جلد 23 شمارہ 1 ماہ جنوری 2021ء جمادی الاول/جمادی الثانی 1442ھ

خصوصی شمارہ

ماہنامہ فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار
فلاحِ آدمیت
بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری
بانی سلسلہ
محمد صدیق ڈار
بانی مجلہ فلاح آدمیت
نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042
مجلس ادارت
مدیر
احمد رضا خان
0321-6400942
معاون مدیر
شہزاد محمود بخاری
0301-7430525
نائب مدیر
سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212
خالد مسعود، وحید احمد پیرخان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی
ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض
شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com
پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا
قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

سوانحِ حیات

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

نام:

آپ کا نام گرامی ''عبدالحکیم'' ہے۔ تصوف سے نسبت کی وجہ سے نام کے شروع میں ''خواجہ'' لگایا جاتا ہے۔

خاندان:

آپؒ کے آباؤ اجداد کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلۂ نسب مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔

پیدائش:

آپؒ ۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء کو جوار دہلی کے شہر فرید آباد میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات:

آپؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالرحیم تھا، جو حافظ قرآن تھے۔ والدہ ماجدہ سیدہ امۃ العائشہ سادات خاندان کی نہایت پارسا اور نیک اطوار خاتون تھیں۔ آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ اپنے وقت کے ایک جید عالم، کامل صوفی، ولی اللہ اور مرد خود آگاہ تھے۔ مولانا عبدالعزیزؒ ایک تعلیم یافتہ اور وسیع النظر بزرگ تھے۔ جو کافی عرصہ تک لکھنؤ میں سینئر سب جج کے عہدے پر فائز رہے۔ آپؒ کے پردادا بھی عابد و زاہد بزرگ تھے، جنہوں نے ملازمت کے دوران کافی وقت ایبٹ آباد میں گزارا اور پھر کرنال سے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر ریٹائر ہو کر فرید آباد چلے آئے۔

آپؒ کے ننھیال دہلی کے محلّہ بلّی ماراں میں رہتے تھے جہاں قریب ہی حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کا مزار ہے۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے جانشین تھے اور قبلہ انصاریؒ کے ننھیال سے ہیں۔

آپؒ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ایک چھوٹے بھائی عبدالعلیم انصاری اور ایک چھوٹی بہن رفیعہ بیگم تھیں۔ عبدالعلیم انصاری آپ سے بارہ سال چھوٹے تھے۔

بچپن:

آپؒ میں بچپن سے ہی ایسے خواص موجود تھے جو عام بچوں میں نہیں ہوتے۔ آپؒ سے کرامات کا ظہور ابتدائی عمر سے ہی ہونے لگا تھا۔ گھر کا ماحول ایسا ملا جس نے اعلیٰ طرز پر نکھار پیدا کیا بچپن میں جب آپؒ اپنے ننھیال جاتے تو اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے مزار پر کھیلا کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت:

آپؒ کا بچپن اپنے دادا مولانا عبدالعزیزؒ کی گود شفقت میں گزرا جنہوں نے پانچ برس کی عمر تک آپؒ کو نماز، مسنون دعائیں، اور کئی چھوٹی چھوٹی سورتیں زبانی یاد کرادیں۔ مولانا عبدالعزیزؒ کا ایک ذاتی کتب خانہ تھا جس میں دینی و دنیاوی علوم پر کافی کتب تھیں۔ اس کتب خانہ سے آپؒ نے کافی کتب کا مطالعہ کرکے دینی و دنیاوی علوم پر دسترس حاصل کی۔ آپؒ جب اٹھارہ سال کے تھے تو نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ان دنوں دینی مدارس سے فارغ التحصیل لوگ جو ملازمت کے خواہش مند ہوتے وہ مولوی فاضل اور پھر منشی فاضل کا امتحان دیتے۔ مولوی فاضل اور منشی فاضل فارسی میں ہوتے تھے میٹرک کے بعد بھی منشی فاضل کا امتحان دیا جاسکتا تھا۔

منشی فاضل کا امتحان دینے سے انگریزی کا امتحان دینے کا راستہ کھل جاتا تھا۔ اس طرح کسی ادارہ کے تحت لوگ پنجاب یونیورسٹی سے امتحان دیتے تھے۔

آپؒ گریجویٹ تھے۔ آپؒ نے دینی مدارس کی تعلیم اور پھر مولوی فاضل کا امتحان دے کر منشی فاضل کرنے کی بجائے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد منشی فاضل کیا پھر گریجویٹ بنے۔ آپؒ انگریزی سے اردو، اردو سے انگریزی، فارسی سے انگریزی اور انگریزی سے فارسی ترجمہ کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

ازدواجی زندگی:

آپ کی شادی آپؒ کے چچا کے گھر ہوئی جو کہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل تھے۔ آپؒ کی اولاد میں ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کا نام عبدالہادی اور بیٹیوں کے نام شمسہ بیگم، رابعہ بیگم اور ہمایوں بیگم تھے۔ شمسہ بیگم سب سے بڑی اور ہمایوں بیگم سب سے چھوٹی تھیں۔ عبدالہادی انصاریؒ اپنی نوجوانی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپؒ نے اپنے بھتیجے انور علیم انصاری کو گود لے کر بیٹا بنا لیا تھا۔ جو پاک فضائیہ میں ٹیکنیکل آفیسر بھرتی ہو کر ونگ کمانڈر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

تصوف کی طرف رجحان:

آپؒ کی ابتدائی تربیت میں آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ کی صحبت کارفرما تھی۔ آپؒ کا بچپن اپنے دادا مولانا عبدالعزیزؒ کی گودِ شفقت میں گزرا۔ جن کے فیضِ صحبت سے آپؒ تصوف کی طرف مائل ہوئے اور آپؒ کو فقراء سے محبت و موانست نصیب ہوئی۔ آپؒ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ آپؒ سے بچپن میں ہی کرامات کا ظہور ہونے لگا مگر آپؒ نے کرامات کو خاطر خواہ اہمیت کبھی نہ دی مولانا عبدالعزیزؒ کے ذاتی کتب خانہ سے دینی و دنیاوی کتب کا مطالعہ کر کے نہ صرف دینی و دنیاوی علوم پر دسترس حاصل کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تصوف اور صوفیاء کے بارے میں جاننے کا بھی موقع ملا۔ آپؒ ابھی دس برس کے تھے کہ آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ ۱۹۰۴ء میں انتقال فرما گئے مولانا عبدالعزیزؒ کا تو انتقال ہو گیا مگر ان کی صحبت کے اثرات سے آپؒ کی تربیت مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئی۔ لڑکپن سے ہی آپؒ نے مرشد کی تلاش شروع کر دی۔ کئی درویشوں، بزرگوں،

فقیروں، ملنگوں کے پاس گئے۔ بڑے بڑے درباروں، آستانوں اور درگاہوں کی طرف گئے، طرح طرح کی دنیا اور اس کے رنگ ڈھنگ دیکھے مگر کسی جگہ بھی دل مطمئن نہ ہوا۔

آپؒ نے مرشد کی تلاش میں جو جستجو کی وہ آپؒ کی تصنیف "چراغِ راہ" کے پہلے خطبہ میں انتہائی مختصر درج ہے۔

مقصودِ حیات:

آپؒ کا مطمعِ نظر آپ کے بقول:

"ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحبِ علم، صاحبِ عرفان اور صاحبِ تحقیق ہو، کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف اور محقق کہاں نظر آتے ہیں۔"

آپؒ کا مقصدِ حیات "رویت باری تعالیٰ کا حصول تھا"۔

تلاشِ مرشد:

با قاعدہ سلوک طے کرنے کے لیے آپؒ مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہے، آخر کار آٹھ سال کی تلاش و جستجو کے بعد وہ وقت آیا جب اچانک آپؒ کی ملاقات مولانا کریم الدین احمدؒ سے ہوگئی مولانا کریم الدین احمدؒ میں وہ تمام خوبیاں کماحقہٗ موجود تھیں جن کے حامل بزرگ کی آپؒ کو عرصہ دراز سے تلاش تھی۔ آپؒ پہلی نشست میں چھ گھنٹے تک مولانا کریم الدین احمدؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور بیعت ہو گئے۔ مولانا کریم الدین احمدؒ نے کہا کہ

"دو چار ماہ ہماری صحبت میں رہو اور خوب جانچ پرکھ کر لو، پھر بیعت ہونا"

مگر آپؒ نے فرمایا کہ

"جو کچھ مجھے دیکھنا تھا وہ سب دیکھ لیا، خدا جانے پھر وقت اور موقع ملے نہ ملے اس لیے مہربانی فرمائیں اور مجھے بیعت کر لیں۔"

اویسیہ نسبت:

آپؒ سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ چشتیہ کا روحانی سلوک طے کر چکے تھے مگر مقصودِ حیات یعنی ''رویت باری تعالیٰ کا حصول'' تا حال ایک خواہش کی صورت میں موجود تھا۔ مزید کہیں بیعت تو نہ ہوئے مگر سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل کے سلوک کا بغور مطالعہ کیا۔ تمام تر مطالعہ میں کہیں بھی رویت باری تعالیٰ کے حصول کا ذکر تک نہ پایا۔ مولانا کریم الدین احمدؒ نے پہلی ملاقات میں ہی ایک دوست کے ذریعے رویت باری تعالیٰ کے حصول کی پیشین گوئی کی تھی۔ اس دوست کے انتظار میں آپؒ لطیفہ غیبی کے منتظر رہے۔ آخر کار اکتوبر ۱۹۲۸ء میں رسالدار محمد حنیف خانؒ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ وہی بزرگ تھے جن کا نام آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیزؒ نے خواب میں آ کر آپؒ کو بتایا تھا اور جن کے بارے میں مولانا کریم الدین احمدؒ نے بشارت دی تھی کہ

''میرے مرنے کے بعد تمہیں ایک دوست ملے گا جس کے پاس تمہارا حصہ ہے، اس کی تعلیم اور صحبت سے تمہارے اندر وہ صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی جو جیتے جی اللہ کا دیدار حاصل کرنے کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔''

رسالدار محمد حنیف خانؒ ہندوستان کی ریاست پٹیالہ کے قصبہ مہندر گڑھ کے رہنے والے تھے اور اویسی بزرگ تھے، جنہیں سیالکوٹ کے مشہور بزرگ امام علی الحقؒ سے اویسیہ طریق سے روحانی فیض ملا۔ امام علی الحقؒ کسی جہادی مہم پر سیالکوٹ آئے اور شہید ہو گئے انہیں یہیں پر دفن کر دیا گیا، رسالدار محمد حنیف خانؒ ۱۹۲۸ء میں آپؒ سے ملاقات کے وقت بلگام میں بطور وائسرائے کمیشن آفیسر (VCO) آرمی کے ٹریننگ سکول میں آئے ہوئے تھے اور آپؒ آرمی ہیڈ کوارٹر دہلی سے آرمی ٹریننگ سکول بلگام میں مترجم کی حیثیت سے عارضی طور پر موجود تھے۔

رسالدار محمد حنیف خانؒ سے دوستی:

آپؒ کی رسالدار محمد حنیف خانؒ سے دوستی کا سفر کم و بیش انیس (۱۹) سال پر محیط ہے۔

آپؒ کا تعلق رسالدار محمد حنیف خانؒ سے چھوٹے بھائی کا سا تھا۔آپؒ بلگام قیام کے دوران رسالدار محمد حنیف خانؒ کی دوستانہ صحبت سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔بالآخر سرکاری حکم پر بلگام سے دہلی آرمی ہیڈ کوارٹر واپس آ گئے۔ رسالدار محمد حنیف خانؒ بھی بلگام میں ٹریننگ مکمل کر کے بنوں چلے گئے۔بنوں قیام کے دوران رسالدار محمد حنیف خانؒ چھٹیوں پر گھر جاتے ہوئے پہلے دہلی آتے ،آپؒ کے ہاں قیام کرتے اور پھر گھر جاتے۔بعض اوقات بنوں سے گھر چلے جاتے،اور واپسی پہلے دہلی میں قیام کرتے اور پھر بنوں کے لیے روانہ ہوتے۔رسالدار محمد حنیف خانؒ کے دہلی میں قیام کے دوران کئی معتقد اور دوست احباب بھی آپؒ کی رہائش گاہ پر آ جاتے اور خوب محفل جمتی۔

آپؒ کو رسالدار محمد حنیف خانؒ نے کوئی ذکر اذکار وغیرہ نہ بتائے۔ان کا تعلق صرف دوستی اور صحبت کا رہا۔وقت کے ساتھ ساتھ کئی سال بعد آپؒ نے اپنے پرانے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ والے معمولات جو مولانا کریم الدین احمدؒ نے بتائے تھے وہ دوبارہ شروع کر دیے۔ رسالدار محمد حنیف خانؒ دہلی آئے تو آپؒ کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا:

''ماشاءاللہ اب تو خوب رنگ چڑھا ہوا ہے کیا پڑھتے ہو؟''

آپؒ نے جواب دیا کہ

''آپ تو کچھ پڑھنے کو بتاتے نہیں ہیں اس لیے میں نے اپنے پرانے سلسلہ نقشبندیہ والا ذکر ہی شروع کر دیا ہے۔''

رسالدار محمد حنیف خانؒ نے کہا کہ

''یہی ٹھیک ہے،یہی کرتے رہیں۔''

آپؒ نے ایک مرتبہ اپنے مریدین کو بتایا کہ

''جب رسالدار محمد حنیف خان تشریف لاتے تو رات کافی دیر تک احباب کے ساتھ نشست جمتی چائے کے دور چلتے اور خوب گپ شپ ہوتی۔ایک شب ایسی ہی ایک مجلس تھی کہ آپؒ نے پانی

منگوایا، اس میں سے تھوڑا سا خود پیا اور گلاس والا ہاتھ آگے بڑھایا۔ نزدیک ہی ایک دوست ظہور الحسنؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے گلاس پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو رسالدار محمد حنیف خاںؒ نے انہیں ایک تھپڑ رسید کیا اور گلاس میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ "یہ اس کا حصہ ہے" میں نے وہ چند گھونٹ پانی کے پی لیے۔ اللہ جانے اس ظالم نے اس میں کیا ملایا تھا کہ پانی پینے کے ساتھ ہی زن کی آواز آئی کہ جیسے میں نے پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ پی لیا ہو۔ وہ پانی جہاں جہاں سے گزرا سب کچھ جلاتا ہوا گزرا۔ بس اس کے بعد تو پھر میری ترقی راکٹ کی سپیڈ سے ہوئی۔ اب تو جو کچھ بھی میرے پاس ہے یہ رسالدار صاحب کا دیا ہوا ہے۔ چونکہ انہوں نے مجھے بیعت نہیں کیا تھا اس لیے ہم اپنا شجرہ مولانا کریم الدین احمدؒ سے ملاتے ہیں کہ وہی ہمارے مرشد تھے۔"

آپؒ بھی چند مرتبہ مہندر گڑھ گئے۔ رسالدار محمد حنیف خاںؒ فوج سے ریٹائر ہو کر مہندر گڑھ آباد ہو گئے۔ جہاں سے اکثر اوقات دہلی جایا کرتے تھے۔ ان دنوں شب و روز ملاقاتوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ آپؒ ان گزرے ہوئے دنوں کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔

کراچی میں قیام:

آپؒ لاہور مہاجر کیمپ میں دو ہفتے گزارنے کے بعد اپنے عزیز و اقارب کے پاس کراچی چلے گئے اور اپنے خالہ زاد بھائی کے ساتھ کچھ دیر رہے۔ اس کے بعد اپنے داماد کی رہائش گاہ پر چلے گئے۔ جب آپؒ کی بطور لائبریرین پاک فضائیہ کے ڈرگ روڈ (شارع فیصل) سٹیشن میں ملازمت ہوئی تو آپؒ کو کیمپ کے اندر ہی رہائش کے لیے کوارٹر بھی مل گیا۔

کراچی میں دورانِ ملازمت ہی آپؒ کی بزرگی عیاں ہو گئی۔ آپؒ کے عقیدت مند حضرات پاک فضائیہ میں کثرت سے تھے۔ جب آپؒ کا تبادلہ پاک فضائیہ کے ڈرگ روڈ (شارع فیصل) سٹیشن سے ملیر کینٹ لائبریری میں ہوا تو یہاں بھی آپؒ کی مقبولیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

جب کراچی میں ملیر ائیر فورس بیس کا افتتاح ہونے والا تھا تو وہاں کے سٹیشن کمانڈر ونگ کمانڈر عبدالسلام بٹ نے آپؒ سے نئے کیمپ کے لیے مونوگرام لکھنے کی درخواست کی۔ آپؒ نے اس کیمپ کے مونوگرام کے لیے یہ شعر لکھ دیا:

آتی ہے مجھے غیب سے آواز مسلسل
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

آپؒ کا تجویز کردہ یہ مونوگرام آج بھی ملیر ائیر فورس بیس کے مین گیٹ پر لکھا ہوا ہے۔

آپؒ جنوری ۱۹۵۵ء میں کراچی سے بنوں منتقل ہو گئے۔ آپؒ ۱۹۶۳ء میں آخری مرتبہ اپنے چھوٹے بھائی عبدالعلیم انصاریؒ سے ملنے کے لیے کراچی آئے۔ اس کے بعد دوبارہ کبھی کراچی جانا نہیں ہوا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد:

آپؒ ۱۹۵۳ء میں اپنے مقصودِ حیات یعنی ''رویت باری تعالیٰ کے حصول'' سے ہمکنار ہوئے۔ آپؒ کو اپنا مقصودِ حیات مل گیا تو آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ۱۹۵۳ء میں کراچی میں بنیاد رکھ کر اس فیض کو عام کیا۔

آپؒ کے اولین مریدین میں ونگ کمانڈر محمد اکبر، قاضی غیور احمد، میر ظفر علی، نور بابا، چوہدری غلام قادر اور محمد حسین چھل (المعروف مارشل) وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کراچی سے پاکستان ائیر فورس کی تمام چھاؤنیوں میں متعارف ہو گیا اور کئی جگہ اللہ کے ذکر کے باقاعدہ حلقے قائم ہو گئے۔ پاک فضائیہ کے لوگوں ہی کے توسط سے یہ دعوتِ محبت و صداقت چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں تک پہنچتی چلی گئی۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی دعوت کی اشاعت کے ابتدائی ذرائع آپؒ کی وعظ و نصیحت، ذاتی ملاقاتیں، مریدینِ سلسلہ اور بالخصوص وہ خطوط جو آپؒ نے دور دراز مقامات پر رہنے والے اپنے

مریدین کو لکھے تھے،خطوط کی زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر خطوط مریدین کو ان کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے۔ آپؒ خطوط کا جواب بروقت دیتے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوا کہ کسی خط کا جواب نہ دیا ہو۔ آپؒ کی علالت پر آپؒ کی طرف سے محمد قاسم خانؒ خطوط کے جوابات دیتے۔

۱۹۵۴ء تک ارکان سلسلہ کی تعداد چالیس پچاس سے زیادہ نہ تھی۔جنوری ۱۹۵۵ء میں بنوں منتقل ہونے کے بعد چند ہی ماہ میں یہ تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔۱۹۵۶ء کے آخر میں ضرورت محسوس ہوئی کہ حلقے کی باقاعدہ تنظیم کی جائے۔یہ قاعدہ بنایا گیا کہ جس مقام پر کم از کم پانچ آدمی سلسلہ میں شامل ہو جائیں وہیں ایک حلقہ قائم کر دیا جائے اور انہیں پانچوں میں سے ایک کو ان کا انچارج مقرر کر دیا جائے۔پشاور میں چونکہ ارکانِ سلسلہ کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے تجرباتی طور پر پہلا حلقہ وہاں قائم کیا گیا اور ملک بخشیش الٰہیؒ کو حلقہ کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔حلقہ کے انچارج کو پہلے ''امیر حلقہ'' کہا جاتا تھا جو بعد میں ''خادمِ حلقہ'' کر دیا گیا۔

مجازینِ کرام:

آپؒ نے جن مریدین سلسلہ کو اپنا مجازِ روحانی مقرر فرمایا،ان کے نام یہ ہیں:

1......عبدالستار خانؒ

2......محمد صدیق ڈار صاحب

3......الحاج محمد مرتضٰی صاحب

4......قاضی غیور احمد انصاری صاحب

5......سید عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب

6......شیخ علی اصغر صاحب

7......غلام قادر چوہدری صاحب

8۔۔۔۔عابد علی صاحب

9۔۔۔۔راجہ علی اکبر صاحب

10۔۔۔۔ملک بخشیش الٰہی صاحب

تفویضِ خلافت:

آپؒ نے جب اپنی خلافت کے لیے کسی کی نامزدگی کا ارادہ فرمایا تو سب مجازین کرام سے اس موضوع پر سرسری سی بات کی۔اس وقت آپؒ کے مجازین کرام میں عبدالستار خان، محمد صدیق ڈار، قاضی غیور احمد انصاری، الحاج محمد مرتضٰی، سید عطاء اللہ شاہ، غلام قادر چوہدری، شیخ علی اصغر، عابد علی اور راجہ علی اکبر تھے۔آپؒ نے اگرچہ مجازین سے مشورہ کیا مگر خلافت کے لیے نامزدگی کے وقت اور بعد کے حالات وواقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے آپؒ پہلے سے اپنے خلیفہ کا فیصلہ کر چکے تھے۔

آستانہ عالیہ توحیدیہ:

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے لیے ایک مرکز ''آستانہ عالیہ توحیدیہ'' کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا۔آستانہ عالیہ توحیدیہ کے لیے مالی وسائل کی ضرورت تھی۔مالی وسائل کو اکٹھا کرنے کے لیے ایک سوسائٹی کی تجویز زیرِغور آئی جس کو آپؒ نے قبول کیا۔مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے اس سوسائٹی کے ذریعے رقوم اکٹھی کر کے ماڈل ٹاؤن میں کچھ زمین خریدی۔ بعدازاں یہ زمین فروخت کر کے جی بلاک ماڈل ٹاؤن میں چھ کنال زمین خریدی گئی۔زمین کی خریداری کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی اس میں محمد قاسم خان صاحب اور محبوب فرید ترمذی صاحب سمیت چار پانچ افراد تھے۔اس وقت پچاس ہزار روپے (50,000) میں خریدی جانے والی یہ زمین ۹۲ جی ماڈل ٹاؤن لاہور کی تھی۔جنوری ۱۹۷۱ء میں آستانہ عالیہ توحیدیہ کے لیے ایک نقشہ بنوا کر آپؒ کو حتمی منظوری کے لیے پیش کیا گیا اسے آپؒ نے منظور فرمایا۔92۔جی ماڈل ٹاؤن لاہور میں آستانہ عالیہ توحیدیہ کی تعمیر شروع ہوئی۔

آپؒ پہلے فرماتے تھے کہ کل آمدنی کا اڑھائی فیصد حلقہ فنڈ دیں۔آستانہ پر جتنے مرضی دیں پھر پانچ فیصد آستانہ فنڈ مقرر کیا۔مخیر حضرات نے زیادہ دیا۔مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے آستانہ عالیہ توحیدیہ کے لیے زمین خریدی اور تعمیر کے لیے بھرپور ایثار و قربانی کے جذبے کے ساتھ حصہ لیا۔ملازمین بھائیوں کے لیے حکم تھا کہ چھ ماہ کے اندر ایک پوری تنخواہ تعمیر مرکز کے لیے دیں۔

آستانہ عالیہ توحیدیہ 92۔جی ماڈل ٹاؤن لاہور کی تعمیر تین مراحل میں ہوئی۔کل رقبہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے پر رہائش و دیگر امور کے لیے تعمیر کی گئی جب کہ دوسرا حصہ سالانہ اجتماعات کے لیے خالی چھوڑ دیا گیا۔دوسرے مرحلہ میں خالی چھوڑی جانے والی جگہ پر کنونشن کے لیے ہال تعمیر ہوئے۔تیسرے مرحلہ میں ایک مزید منزل بنائی گئی۔آستانہ عالیہ توحیدیہ کی تعمیر ۱۹۷۱ء میں شروع ہو کر ۱۹۷۷ء میں ہر طرح مکمل ہو گئی۔

آخری ادوار:

عمر کے آخری حصہ میں آپؒ کی سماعت کافی متاثر ہو گئی۔ذرا اونچا سنتے تھے۔جسمانی اور ذہنی کمزوری بھی ہو گئی۔آپؒ کے کولہے کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔آپؒ میو ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے،یہاں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ ڈیوٹی دیتے تھے۔

آپؒ کی کولہے کی ہڈی کا جوڑ برطانیہ سے منگوایا گیا مگر تکلیف رہتی تھی۔زخم میں پس پڑ جاتی جسے نکالنے کے لیے ڈاکٹر آتا۔آپؒ ایک سائیڈ پر بیٹھ جاتے،ڈاکٹر پس وغیرہ دبا کر نکالتا اور قینچی وغیرہ سے صاف کرتا جس کے بعد آپ سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے۔ڈاکٹر آپ کے کمال درجہ صبر اور برداشت پر حیران رہتا۔

وصیت:

ملتان میں ہونے والا ۱۹۷۵ء کا سالانہ اجتماع آپؒ کی زندگی کا آخری سالانہ اجتماع تھا۔اس میں آپؒ نے اپنا آخری خطبہ پڑھا۔اس کے بعد آپؒ نے ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو اپنی تفصیلی وصیت پر

دستخط کیے۔ یہ وصیت آپؒ کے حکم پر رستم ایس سدھوا نے مرتب کی۔ کئی بار آپؒ نے کچھ مقامات کی نشاندہی کر کے رستم ایس سدھوا کو حکم دیا کہ اسے مزید بہتر بناؤ۔ رستم ایس سدھوا کہتے ہیں کہ

''آپؒ نے تین مرتبہ وصیت کو ٹھیک کرنے کے لیے واپس بھیجا اور میں اسے ٹھیک کر کے لایا اور میری تین مرتبہ ہی ترقی ہوئی۔''

رستم ایس سدھوا ۱۹۷۵ء میں وکیل تھے۔ اس کے بعد وہ ہائی کورٹ کے جج بنے۔ پھر سپریم کورٹ کے جج بن گئے۔ وہاں سے ریٹائر ہوئے تو بین الاقوامی عدالت برائے انصاف (International Court of Justice) میں جج بنے۔ یہ پہلے اور واحد پاکستانی ہیں جو بین الاقوامی عدالت برائے انصاف میں جج تعینات رہے۔

وفات:

رات بارہ بجے جب دسمبر کی ۳۱ تاریخ بدل کر یکم جنوری ۱۹۷۷ء شروع ہوا تو اس وقت محمد صدیق ڈار صاحب آپؒ کے پاؤں کے تلووں کی مالش کر رہے تھے۔ انہوں نے آپؒ کو بتایا کہ

''نیا سال لگا ہے۔''

آپؒ نے دریافت فرمایا کہ ''کون سا ہے؟''

''۷۵ ہے؟''

جواب ملا کہ

''نہیں ۷۷ ہے۔''

آپؒ نے دوبارہ پوچھا کہ

''۷۶ ہے؟''

محمد صدیق ڈار صاحب نے دوبارہ بتایا کہ '' ۷۷ ہے'' اور انگلی سے لکھا کہ ۷۷ ہے۔

محمد صدیق ڈارؒ نے کہا کہ

''دعا کریں سب کے لیے''

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے کہا کہ

''کسی نے کہا تھا کہ آپ کی عمر تراسی (۸۳) سال ہوگی، میری عمر تراسی سال تو ہوگئی ہے۔ میں نے ایک قبر دیکھی تھی، اسی وقت سے بیمار ہوں۔ یہیں تھی، میں نے دیکھی، اس کے اندر چلا گیا، بڑی Decorated تھی۔''

محمد صدیق ڈار صاحب نے کہا:

''بابا جی! آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

آپؒ نے فرمایا کہ

''فقیر کا پردہ نہیں رہا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ جانا ہی چاہیے۔ ذرا خاموشی کے بعد پھر فرمایا: بکواس کرتے ہیں سب۔ اپنے مزے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی۔ سب کچھ بتا دیا ہے بلکہ لکھ دیا ہے، اب مجھے رکھ کر کیا کرو گے۔

آپؒ نے ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو ظہر سے پہلے وفات پائی۔

تجہیز و تکفین:

آپؒ کو ۲۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو رات کے وقت غسل دیا گیا۔ مولوی محمد یعقوب صاحب اور میاں مختار صاحب غسل دینے والے تھے۔ مولوی امین صاحب ہدایات دیتے اور یہ دونوں حضرات غسل دیتے۔ نمازِ جنازہ اگلے دن ظہر کے بعد ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ سے پہلے بہت بارش ہوئی۔ جب آپؒ کو دفن کیا جا رہا تھا اس وقت بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

عمومی مزاج:

آپؒ اگرچہ دہلی کے رہنے والے تھے مگر دہلی کے روایتی طرزِ بود و باش اور اندازِ گفت و شنید کے تکلفات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؒ نے سادگی اور فقیرانہ طرزِ زندگی کو اختیار کیا۔ آپؒ نہ تو

بڑے بڑے جبے زیب تن کرنے کو اچھا جانتے اور نہ ہی محفل میں امتیازی مقام پر بیٹھنے کو پسند کرتے ۔آپؒ ایک بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ آپؒ کا رعب اور دبدبہ محفل پر قائم رہتا، کسی کو بڑھ چڑھ کر بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ محفل میں سب ہمہ تن گوش موجود رہتے مگر اس کے باوجود آپؒ کا برتاؤ انتہائی دوستانہ تھا۔ آپؒ ملاقات کے لیے آنے والوں کو زیادہ دیر انتظار نہ کراتے تھے۔

براہِ راست نصیحت نہیں کرتے تھے۔ اندازِ نصیحت یہ تھا کہ دوسروں کو مخاطب کر کے عام انداز میں سمجھاتے تھے۔ متعلقہ افراد خود ہی جان جاتے تھے کہ انہیں یہ نصیحت کی جا رہی ہے۔ محفل میں رات دیر تک گپ شپ جاری رہتی۔ جب رات کے بارہ بجتے تو محفل برخواست کر دیتے پھر نمازِ عشاء کی تیاری کرتے۔ نمازِ عشاء آپؒ خود بھی بہت دیر سے پڑھتے اور دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے۔

آپؒ کی محفل میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ بڑے بڑے دنیا دار اپنی دنیاوی جاہ و حشمت کو پس پشت ڈال کر ایک عام انسان کی طرح محفل میں بیٹھتے تھے۔ آپؒ کا پیار، محبت اور خصوصی توجہ حاصل کرنے کا واحد طریقہ آپؒ کی بتائی گئی تعلیمات پر ذوق وشوق سے عمل کرنا تھا۔ آپؒ ان بزرگوں میں سے بھی نہ تھے جو اپنے پاس آنے والے اعلیٰ دنیاوی مناصب پر فائز لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔ کبھی بھی ایسے لوگوں کا تذکرہ آپؒ کی محفل میں نہیں ہوتا تھا۔

آپؒ اپنے انہی بیٹوں پر فخر کرتے جو اعلیٰ روحانی مراتب پر فائز ہوتے، جو راہِ سلوک پر پورے ذوق وشوق اور استعداد سے گامزن ہوتے۔ ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ کبھی کبھی خوشی اور فقیرانہ جوش میں کر دیتے۔ محفل میں آنے والے لوگ آپؒ کے پیاروں کو خوب جانتے تھے۔ آپؒ نظم وضبط کے سخت پابند تھے۔ اس میں کمی بیشی پر واشگاف الفاظ میں تنبیہ کر دیتے تھے۔ نظم وضبط اور طے شدہ معاملات میں نہ تو خود کسی لچک کا مظاہرہ کرتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کی گنجائش کا موقع دیتے تھے۔ اگرچہ بے تکلفی آپؒ کا شعار تھا مگر آپؒ اپنے حلقہ

والوں کوہدایت کرتے کہ اعلیٰ دنیاوی عہدوں پر فائز اپنے پیر بھائیوں سے ہرگز بے تکلفی نہ برتیں اوران کے منصب کالحاظ کرتے ہوئے ان سے ملیں۔

آپؒ کی محفل میں طرح طرح کے لوگ آتے۔جن میں مختلف مذاہب،فرقوں اورعقائد کے لوگ بھی ہوتے تھے۔آپؒ نے روحانی فیض اورتوجہ سے تعمیر سیرت واخلاق پرتوجہ دی۔آپؒ جدید تعلیم سے آراستہ نئی نسل کے نوجوانوں کو بہت پسند کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ

''میں نے یہ حلقہ داڑھی مونڈوں کے لیے بنایا ہے۔''

آپؒ کی محفل میں اگر کوئی دینی مسائل پر فتویٰ لیتا تو آپ فتویٰ نہیں دیتے تھے۔بلکہ فتویٰ پوچھنے والے کوکسی مفتی سے فتویٰ لینے کی ہدایت فرماتے۔

آپؒ دینی فرائض اوراختیاری کاموں کے لیے دعانہیں کرتے تھے۔ایسے امور کے بارے میں کہہ دیتے کہ فرض کی تعریف ہی یہ ہے کہ جی چاہے یا نہ چاہے اسے کرنا ہی پڑتا ہے۔البتہ نوافل کے بارے میں ایسا کرسکتے ہیں۔محفل میں جب کوئی کسی دنیاوی مشکل میں دعا کی درخواست کرتا تو اگرآپ حکم لگادیتے تو وہ کام ضرورہوجاتا تھا۔ایسا بھی دیکھا کہ کوئی بھائی دعا کرانے سے پہلے ہی محفل میں مٹھائی تقسیم کرنا شروع کردیتا۔دریافت کرنے پراپنامدعابتاتا۔آپؒ اس کے لیے دعا کردیتے تھے۔اس طرح بھی مرادیں پوری ہوجاتیں۔بے شک آپؒ کی دعائیں قبول ہوتیں۔ مگر دعا کرانے والے کارجوع اللہ ہی کی طرف کراتے اورواضح کہہ دیتے کہ ''دعا کرنا تو ہمارا کام ہے مگر مالک اللہ کی ذات ہے وہی سب کچھ کرتا ہے۔''

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا پاکستانیوں کے نام پیغام:

رب کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی طرف لوٹ آؤ

"پاکستان ایک نوزائیدہ ملک ہے اور اس دعوے کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ یہاں صرف قرآن اور سنت کے مطابق حکومت کی جائے گی۔ دنیا میں اب تک بیسیوں طرز حکومت آزمائے جا چکے ہیں لیکن کوئی طرز حکومت بھی انسان کو من حیث الکل مطمئن نہیں کر سکا۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ انسان کو سو فیصدی مطمئن کرنے اور خوش حال و فارغ البال رکھنے والا طرز حکومت صرف وہی ہے جس کے اصول قرآن میں بتائے گئے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے چودہ سو برس تک جن مختلف ممالک پر حکومت کی ان کے عوام ہی کب خوش رہے، علاوہ ازیں تمہارے اسلامی ممالک خود آپس ہی میں ہمیشہ لڑتے اور خونریزیاں کرتے رہے، اس لئے تمہارا دعویٰ باطل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ درحقیقت قرآنی اصولوں کے مطابق حکومت تو صرف رسول پاک ﷺ کے زمانے سے حضرت عمرؓ یا زیادہ سے زیادہ خلافت راشدہ تک ہی رہی ہے اور اس زمانہ میں نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ ان ملکوں کے عوام بھی ہر طرح خوش رہے جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی، لیکن خلافت راشدہ کے بعد جتنی بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں وہ قرآنی اصولوں کے مطابق نہ تھیں، اس لئے ان حکومتوں میں عوام کو وہ امن و سکون میسر نہ ہوا جس کی تلاش میں اہل دنیا ہمیشہ سے سرگرداں و پریشان ہیں۔ لہٰذا اب ہم پاکستانی محض کتاب و سنت کے مطابق ایک نظام حکومت قائم کر کے دنیا پر ثابت کر دیں گے کہ صرف وہی طرز حکومت جو قرآن نے بتایا اور رسول خدا ﷺ نے قائم کر کے دکھایا، دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے ممکن ہی ہو سکتا ہے یہ بظاہر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے، لیکن دعویٰ اپنی جگہ پر قائم ہے اور وہ ملک جو اس دعوے کے تحت بنایا گیا ہے، موجود ہے اس لئے:

اے پاکستانی مسلمانو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ یہ بات تمام دنیا کے لئے ایک نیا تجربہ ہے

اور تمام اسلامی وغیر اسلامی ممالک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور وہ سب تمہارے اس دعوے کی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔اگر تم سچے ثابت ہوئے تو معلوم ہے کیا ہوگا؟ امکان نہیں بلکہ یقین کامل ہے دنیا کے تمام ممالک کی بھاری اکثریت صداقت قرآن کی قائل اور تعلیم قرآن پر عامل ہو جائے گی۔لیکن اگر تم ناکامیاب رہے تو ساری دنیا میں تمہارا، تمہارا نہیں خدا اور رسول ﷺ کا مذاق اڑے گا اور اس کی سزا میں تم اس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوگے اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔

قیام پاکستان کو کافی عرصہ ہوگیا ہے، اب تک ہم نے کیا کیا ہے، اس پر پورا تبصرہ تو ممکن نہیں اتنا یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد یہاں کے باشندوں میں نماز کا چرچا بہت زیادہ ہوگیا ہے، جو مرد اور عورتیں گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں ان کے علاوہ مساجد بھی عام طور پر ہر جگہ نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اکثر امراء اور حکام بھی موٹروں میں بیٹھ کر آتے اور اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں۔روزوں کی پابندی اور رمضان کی رونق بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔زکوٰۃ دینے والوں اور حج کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے اور حصول دولت کے لئے عمل کی قوت میں بھی بے اندازہ ترقی ہوئی ہے اور بے عملی، سستی اور کاہلی کی تباہ کن عادتیں رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں، لیکن جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ہمارے پاکستانی بھائیوں نے بالکل ترقی نہیں کی بلکہ الٹا تنزل ہوا ہے، حالانکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر غیر مسلم قرآن کریم کی تعلیم اور رسول خدا ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو جانچتے، پرکھتے اور اسلام کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔یہ لوگ تمہاری نمازوں اور روزوں کو ہرگز نہیں دیکھتے، وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کاروبار اور معاشرتی معاملات میں تم ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔یہ لوگ تمہارے اخلاق کے متعلق بہت بری رائے رکھتے ہیں اور اس کا سبب قرآنی تعلیم کو ٹھہراتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی عوام آداب مجلس میں بالکل کورے ہیں، بول چال میں ان کی زبان ناملائم، لہجہ سخت اور حرکات وسکنات درشت ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کو راستہ تک چلنے کی تمیز نہیں ہے، راستے میں ہر وقت تھوکتے ہیں، پھلوں کے چھلکے پھینکتے ہیں، چلتے میں ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں، حتیٰ کہ بچوں اور خواتین کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ بسوں اور ٹرینوں میں سوار ہوتے وقت ان کو قطار تک بنانی نہیں آتی۔ چلتے چلتے لڑ پڑنا، گالیاں بکنا اور ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جانا ان کی عام عادتیں ہیں جو پاکستان کے ہر شہر میں عام راستوں پر ہر وقت نظر آسکتی ہیں۔ ان لوگوں کو ہم پاکستانیوں کی بددیانتی کا بھی بہت شکوہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی نوکر بے انتہا بے ایمان ہوتے ہیں، ہم ان سے سودا منگائیں تو ایک روپیہ کے دو روپیہ وصول کرتے ہیں اور اگر بازار سے خود جا کر لیں تو پاکستانی دکاندار ایک چیز کی قیمت دس روپے مانگتے ہیں اور آخر میں حجت اور بک بک جھک جھک کے بعد وہی دو روپے میں دے دیتے ہیں۔ اگر یہاں کے سوداگروں سے کوئی بڑا سودا کیا جائے تو بے ایمانی اور بھی بڑی کرتے ہیں۔ ان کو اپنی زبان اور اپنے وعدوں کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا۔ نمونہ کچھ دکھاتے ہیں دیتے کچھ اور ہیں۔ حتیٰ کہ جو سامان غیر ممالک کو بڑی مقدار میں بھیجا جاتا ہے اس میں بھی یہی بے ایمانی کی جاتی ہے جس کی وجہ باہر کی منڈیوں میں ان کی ساکھ کم ہو رہی ہے، جو غیر ملکی حضرات قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی سادگی، صداقت اور آسانیوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں وہ جب اسلامی ممالک میں اپنے دینی بھائیوں کو دیکھنے آتے ہیں تو سخت مایوس ہوتے ہیں۔ ہم نے ایسے کئی حضرات کو بگوش خود کہتے سنا ہے کہ "ہم تو قرآن کی تعلیم کو دیکھ کر ایمان لے آئے مگر جب یہاں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مسلمان تو شرافت اور اخلاق حسنہ کے نام سے بھی واقف نہیں اور ہم اب یہ غور کر رہے ہیں کہ ہم نے اسلام قبول کر کے غلطی تو نہیں کی۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے عموماً اور پاکستان کے مسلمانوں سے خصوصاً یہ مخلصانہ استدعا کرتے ہیں کہ عبادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ آپ اپنے اخلاق کو زیادہ سے زیادہ سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کریں تا کہ اقوام عالم اسلام کے متعلق غلط رائے قائم نہ کر سکیں اور آپ کو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب نہ دینا پڑے"۔ (تعمیر ملت صفحہ 16)

پراسرار بندے، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(پیر خان توحیدی)

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ 1893 دہلی انڈیا میں ایک پڑھے لکھے گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا حضرت عبدالعزیزؒ اپنے وقت کے جید عالم اور بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ انصاری صاحبؒ نے ان ہی کی آغوش محبت میں آنکھ کھولی اور دس برس کی عمر تک ان ہی کے سایہ شفقت میں پروان چڑھے۔جب آپ نے ہوش سنبھالا تو دادا جان آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔آپ نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کی آپ کے دادا جان کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں بے شمار کتب بشمول تصوف اور راہ سلوک کی کتابیں بھی موجود تھیں۔انصاری صاحبؒ کو جب بھی وقت ملتا وہ ان کتب کا مطالعہ کرتے رہتے 10 برس کے ہوئے تو دادا جان کا انتقال ہوگیا لیکن دادا جان کے فیض تربیت اور تعلیم سے طبیعت میں توحید کا رنگ بہت گہرا ہو گیا تھا۔اب آپ کو ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو شریعت کا پابند ہو، روشن خیال، صاحب علم اور صاحب عرفان بھی ہو۔چوں کہ طلب سچی تھی اور یقین کامل تھا۔اللہ کی رحمت نے جوش مارا کہ اچانک مولانا کریم الدین احمدؒ سے ملاقات ہوگئی جن کا تعلق نقشبندیہ سلسلہ سے تھا۔ انصاری صاحبؒ نے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے قبول کر کے پوچھا کہ مقصد کیا ہے؟۔ انصاری صاحبؒ نے جواباً عرض کیا کہ تین مقاصد ہیں۔

۱) روحانی طاقت حاصل ہو

۲) تزکیہ اخلاق حاصل ہو

۳) دیدار باری تعالیٰ نصیب ہو۔

مولانا نے فرمایا پہلی دو چیزیں تو حاصل ہو جائیں گی لیکن تیسری کسی اور سے ملے گی انصاری صاحبؒ نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی اور بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر عمل کرنا شروع کر دیا

لیکن دیدارِ باری تعالیٰ کی تڑپ کو بھی دل میں بسائے رکھا کہ ایک دن ان کا سامنا ایک ایسے شخص سے ہوا جو کلین شیو اور فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ انصاری صاحبؒ نے بیعت کی درخواست کی تو رسالدار صاحبؒ نے کہا بیعت تو نہیں کرتا البتہ دوستی کرلوں گا۔ انصاری صاحبؒ مان گئے۔ رسالدار صاحبؒ نے پانی منگوایا، کچھ پی کر باقی انصاری صاحبؒ کے حوالے کر دیا۔ انصاری صاحبؒ نے وہ پانی پی لیا، تن بدن میں آگ تو لگی لیکن جو مقصد تھا حل ہوگیا۔

تقسیم ہند کے بعد انصاری صاحبؒ پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مقیم ہوئے۔ چونکہ آپؒ اعلیٰ تعلیم کے مالک تھے اس لیے PAF بیس ملیر میں لائبریرین کی پوسٹ پر تعینات ہو گئے۔ لائبریری میں جو لوگ آتے آپ ان سے خندہ پیشانی اور محبت سے پیش آتے اور کچھ روحانی باتیں بھی شیئر کرتے اور کچھ لوگ آپ کی صحبت میں رہتے ان میں وہ روحانی آثار پیدا ہونے لگے جو ایک سالک میں باقاعدہ بیعت ہونے کے بعد پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں میں سوز و جذب پیدا ہوا تو انھوں نے اصرار کیا کہ ان کو باقاعدہ بیعت کرلیا جائے تاکہ وہ منازل سلوک طے کر کے اپنی مراد حاصل کریں۔ یہ کوئی چھ یا سات لوگ تھے جو انصاری صاحبؒ کے نہایت عزیز اور بے تکلف دوست بھی تھے۔ کئی ماہ انکار کے بعد انھیں بیعت کر کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھ دی۔ اس کے بعد انصاری صاحبؒ بنوں موجودہ کے پی کے صوبہ میں اپنے کلیم کی الاٹڈ سرائے میں چلے گئے تو چند مہینوں میں مریدین کی تعداد کافی زیادہ ہوگئی۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ حلقہ کی باقاعدہ تنظیم کی جائے۔ اس طرح سب سے پہلا حلقہ پشاور میں قائم کیا گیا۔ بنوں میں رہتے ہوئے آپ کی ملاقات عبدالستار خان سے ہوئی جو وہاں کے رہائشی تھے۔ خان صاحبؒ نے چند ہی دنوں میں محسوس کرلیا کہ یہ نئی شخصیت کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ روحانیت کا چھپا ہوا خزانہ ہے۔ عبدالستار خان صاحبؒ آپ کے پاس آنے جانے لگے اور دل و جان سے آپ کی خدمت شروع کر دی۔ انصاری صاحبؒ بھی آپ سے محبت کرنے لگے، عبدالستار خان صاحبؒ نے آپ کے ساتھ رہنے کی اجازت چاہی تاکہ وہ احسن طریقے سے آپ کی خدمت کرسکیں۔ انصاری

صاحبؒ نے اجازت دے دی تو خان صاحبؒ آپ کے ساتھ ہی رہائش پزیر ہو گئے اور آخری دم تک ساتھ نبھایا اور جب مریدین کی تعداد اور زیادہ ہو گئی تو انصاری صاحبؒ بنوں چھوڑ کر لاہور آ گئے اور عبدالستار خانؒ صاحب کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے آئے۔

ماڈل ٹاؤن میں ایک قطعہ اراضی حاصل کر کے مرکز تعمیر ملت کا سنگ بنیاد رکھا جسے جلد ہی تیار کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ انصاری صاحبؒ جب کبھی موڈ میں ہوتے تو کیفیت دیدنی ہوتی قدرت کے رازوں کو سادہ الفاظ میں بیان کرتے چلے جاتے۔ یہ ایک طرح سے حجاب اٹھانے اور کائنات الٰہی کی ایک جھلک دکھانے کی محفل ہوتی۔ آپ فرماتے کہ جب اللہ کسی سے راضی ہوتا ہے تو وہ بندے کو ثواب، نعمت اور کرامت سے نوازتا ہے اور بندے کا خدا سے راضی ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے فرمان پر عمل کرے اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم کر دے۔ دل کا سکون کسب اور کوشش سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ خدا کے عطیات سے ہے۔ عبادات ،مجاہدات اور قرب الٰہی کی سچی لگن اللہ کا رحم و کرم طلب کرنے کی آرزو ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے تصوف کے مقامات میں پہلا مقام توبہ ہے یعنی خدا کی نافرمانی اور بغاوت سے آئندہ باز رہنے کا مصمم ارادہ اور سابقہ نافرمانیوں کو خلوص نیت سے چھوڑنے کا عہد کرنا۔ دوسرا مقام انابت ہے یعنی اپنے مالک حقیقی خدا تعالیٰ کی طرف خشوع و خضوع کے ساتھ رجوع کرنا۔ تیسرا مقام زہد ہے یعنی ترک ماسوئ اللہ یعنی ہر تعلق کو اللہ کے تعلق کا تابع کر دینا۔ چوتھا مقام توکل ہے یعنی خدا بزرگ و برتر کی ذات پر کامل بھروسہ۔ اسی سے آگے جا کے راستے کھلتے ہیں۔ جہاں ذکر الٰہی ہوتا ہے وہاں نورانی کرنوں کی بارش ہوتی ہے۔ جو لوگ نیت اور اعمال درست نہیں کرتے وہ ان کرنوں سے محروم ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو اتنا پاک صاف کرو کہ ان نورانی کرنوں کو جذب کر سکو تا کہ باطن منور ہو جائے۔

قبلہ انصاری صاحبؒ اپنے مریدین کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے کہ زندگی عمل سے بنتی ہے اور عمل محنت سے ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنانے کا راستہ کوئی ریڈی میڈ نہیں جس پر انسان سفر

کر کے اللہ کو پالے۔اس راہ میں انسان ٹھوکریں بھی کھاتا ہے اور لڑکھڑاتا بھی ہے۔مستقل مزاجی استقامت اور خالق حقیقی کو پانے کی خواہش بہر حال ضروری ہے۔ذہن اور قلب کو تمام سفلی خواہشات سے پاک کرنا بھی لازم ہے۔سوچ اور حواس کو قید کرنا اسی عمل کا نام ہے اس کے نتیجے کے طور پر ضمیر روشن ہو جاتا ہے اور ہر قدم پر روکتا اور خبردار کرتا رہتا ہے۔اگر انسان ضمیر کی آواز سننا اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو مادی حواس اور خواہشات دب جاتی ہیں۔اور انسان روحانی راستہ پر چلنا شروع کر دیتا ہے اور روحانی راستہ ایک نہ ختم ہونے والا سفر ہے اور انسان ان بلندیوں پر پہنچ سکتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

انصاری صاحبؒ اپنے ہر مرید کا خط غور سے پڑھتے اور نہایت ہی سلیس اور سادہ الفاظ میں جواب دیتے جو پند و نصاح کا خزانہ ہوتا۔ایسا ہی ایک خط جو انھوں نے اپنے ایک پیارے مرید جناب علی اصغر صاحب مرحوم کو لکھا تھا،قارئین کی نظر کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ سمجھ جائیں گے کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کتنے عظیم بزرگ،مرشد تھے اور آپؒ کو اپنے مریدین سے کتنا پیار تھا۔

عزیزم اصغر صاحب سلمہ خط ملا پڑھ کر خوشی ہوئی۔جو لوگ کہنا پوری طرح مانتے ہیں اور بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں ہمیشہ دین و دنیا میں سرخرو رہتے ہیں۔جو شکایتیں کرتے رہتے ہیں اور خود کچھ بھی نہیں کرتے وہ یہاں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور وہاں بھی اٹھائیں گے۔سارجنٹ محمد صاحب پر خاص توجہ کرنا مگر ان کو خوب سمجھا دیں کہ اللہ کا ملنا کسی محبوب مجازی کا ملنا نہیں ہے کہ دو چار ماہ اس کے گھر کے چکر لگائے،کچھ روپیہ خرچ کیا اور دیدار حاصل ہو گیا۔اگر عمر بھر بھی نہ ملے اور مرتے وقت ایک جھلک ہی نظر آجائے تو بھی بہت سستا سودا ہے کیوں کہ اس کے بعد ایسے طالب کا حشر اللہ کی گود کے سوا کہیں نہیں ہو گا۔بس یہی خاص ہدایت ان کے لیے ہے کہ جلدی بالکل نہ کریں۔کہنے کے مطابق عمل کرتے رہیں۔اخلاق کا تزکیہ کریں۔غصہ اور نفرت سے دل کو پاک کریں۔اور **تبتل الٰہی تبتیلا** پر پورا عمل کریں۔

ایک معزز مہمان کو بلانا ہوتو آپ گھر کو خوب صاف کرتے ہیں پھر سجاتے ہیں۔تب اس مہمان کو بلاتے ہیں۔اللہ کا گھر انسان کا دل ہے۔لہٰذا جب تک ان کے تشریف لانے کے قابل نہ بناؤ گے وہ کیسے آئیں گے۔دل کی میل مٹی اور کوڑا کرکٹ یہی غم،غصہ،غیبت،غرور،حسد،نفرت اور بد گوئی جیسی باتیں ہیں ان سب کو نفی کرو اور ذکر و عبادت کی سفیدی اس میں کراؤ اخلاق حسنہ کے پھول جس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں سجاؤ۔پھر دیکھو وہ کیسے جلوہ آراء نہیں ہوتے۔میری تمام حلقہ والوں کو پہلی نصیحت یہی ہوتی ہے کہ حق پر رہو۔برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔سختی کا جواب نرمی سے دو۔خدمت کرو،اسی کا نام نیکی ہے،ولایت اور بزرگی ہے۔قلب میں لاکھ گرمی ہو جذب ہو،کشف ہوتا ہو اور کرامات سرزد ہوتی ہوں اگر اخلاق اچھا نہیں تو سب کچھ شیطانی باتیں ہیں۔اخلاق اچھا ہو تو یہی رحمانی صفات ہیں۔انہیں کہیں گاہ بگاہ اپنی کیفیات مجھے لکھتے رہیں۔اور ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔دنیا کا کام اور منصبی ڈیوٹیاں ایمانداری اور خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں اور محبت بڑھائیں۔اللہ کے سوا کسی کو قادر یا تقدیر بنانے اور بگاڑنے والا نہ مانیں۔عزت البتہ سب بزرگوں کی کریں۔یہی سیدھا راستہ ہے۔

دردِ دل ہے دوائے دل

(سید رحمت اللہ شاہ)

ہمارے محسن بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شخصیت اور تعلیمات موضوعِ بیاں ہے۔ ایک توحیدی کے لئے تو یہ موضوع الفاظ کے گورکھ دھندے کی نسبت سوز و ساز کا ترانہ ہے جو دوتارے کی مانند آہ و نالے کا سماں کرتا ہے۔

مولانا رومؒ کی مثنوی پڑھنا شروع کریں تو اس کا آغاز ہی بانسری کی فریاد سے ہوتا ہے جو ایسے سینہ کی تلاش میں ہوتی ہے جو جدائی سے پارہ پارہ ہو۔ بانسری کے شور، اس کے نالوں اور فریادوں سے ساری کائنات میں ہنگامے کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبالؒ کی بات پڑھیں تو خطاب بہ جاوید میں وہ بھی بیان کی دشواری کا اظہار کرتے ہیں۔ بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو نے کلمہ پڑھنا اپنی ماں سے سیکھا ہے۔ اب اس میں جلنا مجھ سے سیکھ۔ وہی ہنگامہ یہاں شروع ہوتا ہے۔ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ بھی ایسے ہی الفاظ کہتے تھے کہ پہلے دل ملے، پھر دردِ دل ملے، پھر دردِ دل کی دوا ملے، پھر دوا بھی وہ ملے جو مرض کو لاعلاج کر دے۔ روح کے سوز و ساز اور آہ و نالہ کا یہ سماں آج شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب کی صالح صحبت میں میسر ہے۔

دنیا کے تمام علوم کی ابتداء جیسے ایک نقطے سے ہوتی ہے اسی طرح دل کی دنیا کی ابتداء محبت کے اس بیج سے ہوتی ہے جو مرشد انسان کے دل میں لگاتا ہے۔ تصوف میں یہی تناور درخت بنتا ہے، اسی پر برگ و بار لگتے ہیں، اسی سے گل و گلزار بنتے ہیں، انسان کے ہر انگ، ہر ڈھنگ، اور قول و فعل میں اسی کی مہک ہوتی ہے اور اسی کا رنگ جھلکتا ہے۔ انسان کے خمیر میں ودیعت کردہ بے مثال صلاحیتیں مرشد کے فیض اور ذکر الٰہی سے کمال کو پہنچتی ہیں۔ اکیسویں صدی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ جدید ذہن کے انسان کو یہ باتیں کیسے سمجھائی جائیں؟ اس کے لئے انمول خزانہ شاید سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تاریخ کے ہر دور میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم

انصاریؒ کی کتب ہی رہیں گی۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی کتب 'تعمیر ملت'، 'طریقت توحیدیہ'، 'حقیقت وحدت الوجود' اور 'چراغِ راہ' میں جس قدر تصوف، سلوک و روحانیت پر لکھ دیا ہے اس سے زیادہ کی شاید ضرورت ہی نہیں۔ جس دل میں اللہ کے قرب، لقاء، عرفان اور دیدار کی تڑپ ہوگی یا پیدا ہو جائے گی وہ دل ان سے زیادہ بنیادی علم کی طلب شاید کبھی نہیں کریں گے۔ ان کتب کا قاری ہر دور میں بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے درد کو پوری طرح محسوس کرے گا۔ ان شاءاللہ۔

تصوف کے موضوع پر یہ کتب علمی کی نسبت عملی نوعیت کی زیادہ ہیں۔ متلاشیانِ حق جس قدر ان کا مطالعہ کرتے ہیں اسی قدر ان میں فکری بالیدگی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ سالکین راہِ تصوف کے لئے ان کتب کا مطالعہ ان کے عملی سلوک میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی جیسے زندہ و بیدار صوفی بزرگ کی صحبت، راہِ سلوک کی پیچیدگیوں کا انتہائی آسان اور عام فہم تحریری بیان، اور راہِ حق میں پرخلوص جستجو ایسا حسین امتزاج ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید و نصرت شامل حال رہتی ہے۔ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ اسی کے بارے میں فرماتے تھے کہ 'مرید عامل، مرشد کامل، اور اللہ کا فضل شامل ہو تو بات بن جاتی ہے'۔

توحیدیہ تعلیمات اس قدر سادہ، عام فہم اور سہل العمل ہیں کہ ان میں نہ کسی فرقہ، مسلک، یا گروہ کی بات ہے اور نہ ہی کسی پیر پرستی، شخصیت پرستی، اور دیگر کسی قسم کی لغویات کی گنجائش ہے۔ یہ تعلیمات انسانی شخصیت کی تعمیر اس انداز سے کرتی ہیں کہ کسی طرح بھی نہ تو خانقاہی مزاج ہو پاتا ہے اور نہ ہی تسبیح، منکے، خاص شکل و شباہت یا ایسی کوئی اور خرافات انسان کے عمومی طبع کا حصہ بن سکتی ہیں۔ ہر زاویہ سے ان تعلیمات میں ایک سپاہیانہ، مجاہدانہ، اور عمل سے بھرپور زندگی کا درس ملتا ہے۔ یہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تعلیم کردہ تصوف کی تعلیمات ہیں جو ایک مرید کو ترغیب دیتی ہیں کہ خوب محنت کرو، خوب پیسہ کماؤ، اپنی اور ملک و قوم کی ترقی کے لئے نئی سے نئی راہیں نکالو، میدان عمل میں رہو، ہاتھ اور پاؤں کو خدمت خلق میں لگائے رکھو، اور دل کو

اللہ کی یاد میں بسائے رکھو، خوب اللہ اللہ کرو، ہمیشہ خوش رہو، جیسے بھی حالات پیش آئیں کبھی ہمت مت ہارو، کبھی اداس اور پریشان مت ہو، ایسے حال میں جیو اور اسی حال میں مر جاؤ، یہی کامیابی اور کامیاب زندگی کا راز ہے۔ بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم اس کا اجر کیا ہے؟ فرمایا: اس کا اجر ذات باری تعالیٰ خود ہے، اس کے علاوہ اور کیا چاہئے؟

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے بڑی واضح بات کی کہ میری تصوف کی یہ تعلیمات قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں۔ ان تعلیمات کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیکھ لو اگر کہیں بھی کوئی کمی بیشی نظر آئے تو نشاندہی کرو، میں بخوشی ان میں ترمیم کرلوں گا۔ تعلیماتِ توحیدیہ کی صداقت پر اس سے بڑی بات اور کیا کہی جاسکتی ہے؟ ان تعلیمات کی صداقت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اللہ کے قرب، عرفان، لقاء، اور دیدارِ ذات باری تعالیٰ کے نصب العین کے حصول کے لئے اس دور کے انسان بیعت ہو کر فائز المرام ہو رہے ہیں۔ اتنا اعلیٰ مقصدِ حیات حضور رسالت مآب محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں آپ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر احکامِ خداوندی پر کماحقہٗ عمل کرنے سے ہی ممکن ہے، ایسے بلند مقاصد کا صراطِ مستقیم کے بغیر تصور بھی صریح گمراہی ہے۔ یہ تو حیدیہ تعلیمات کی تاثیر ہی ہے کہ آج کے اس دور میں عام سے بندے صرف دو چار ماہ میں ہی ذکر اذکار کر کے قابلِ رشک نتائج خود محسوس کر لیتے ہیں۔ کیا ایک انسان کی اندرونی تسلی وتشفی کے لئے یہ کافی نہیں؟

اللہ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں محبت کی اس راہ سے روشناس کرایا کہ جس میں زندگی اور موت کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ چاند کی طرف چکور کی پرواز کی کہانی نہیں ہے کہ چکور چاند کی طرف پرواز کرتے کرتے تھک ہار کر گر جائے، یا چاند غروب ہو جائے اور چکور کا یہ سفر ختم ہو جائے۔ یہ اشرف المخلوقات انسان کی روح کا اللہ کی طرف سفر ہے۔ اللہ کی شدید محبت میں ہم اگر مر بھی گئے تو قیامت تک ہمارا روحانی سفر اللہ ہی کی طرف رہے گا، روح کو اللہ کے ہاں تو جو ملے گا سو ملے گا، گمان غالب ہے کہ قیامت تک ہمارے جسدِ خاکی کا ذرہ ذرہ بھی یاد رکھے گا کہ وہ کسی عاشق روح کا پیکر بنا تھا۔

سلسلہ توحیدیہ میں جو لوگ اپنی زندگی میں بیعت ہو کر اس کاروانِ محبت کا حصہ بنے ان کے لئے ایصالِ ثواب کا ایک ایسا اکاؤنٹ کھلتا ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس سلسلہ میں ایک بھی فرد سلسلہ توحیدیہ سے وابستہ ہے۔ ہر توحیدی جانتا ہے کہ ہم ہر روز بلاناغہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی مبارک روح کے توسل سے تمام بزرگان سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ کیا کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے اس تمام تر ذکر، درود شریف، ختم شریف کے بعد ایصال ثواب سے اپنی زندگی میں سلسلہ توحیدیہ سے وابستہ لوگوں کی ارواح کو فائدہ نہیں پہنچتا؟ بے شک سلسلہ توحیدیہ میں برکت کے لئے بیعت کا کوئی تصور نہیں ہے مگر کیا ایسے لوگ جو اس سلسلہ روحانیت سے وابستہ ہوئے اس افادیت سے محروم رہیں گے؟ قطع نظر اس کے کہ انہوں نے تعلیمات پر کس قدر عمل کیا، عمل کیا بھی ہے یا بالکل ہی عمل نہیں کیا، جو بھی توحیدی ہوں گے وہ اس اکاؤنٹ سے ضرور بالضرور مستفیض ہوں گے۔ صرف سلسلہ توحیدیہ سے وابستگی پر اتنا بڑا معاملہ ہے تو اس تعلیم کی ترویج و توسیع کی سعادت کس قدر قابل رشک ہو گی؟

اس لیے ہم لوگ جو سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم سے وابستہ ہیں ہمیں اس عظیم نعمت پر اللہ کے شکر کا رویہ اپناتے ہوئے تعلیم پر کما حقہٗ عمل پر کمربستہ ہو جانا چاہیے تاکہ قیامت کے دن اس نعمت کی بے قدری پر اللہ کی گرفت میں نہ آجائیں اور سزا کے حق دار نہ ٹھہریں۔ اور ساتھ ہی اسے معاشرے کے دوسرے افراد تک پہنچائیں تاکہ ہمارا کردار و اخلاق من حیث القوم اسلامی اخلاق و کردار کا آئینہ دار بن جائے اور معاشرے میں وہ انقلاب آجائے جس کے لیے سلسلہ توحیدیہ کی تحریک شروع کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی ہمارے محسن حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے ہمیں اس قدر اعلیٰ تعلیم سے روشناس کرایا۔ اللہ ان توحیدیہ تعلیمات کے علمبردار ہمارے مرشد جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہ کا سایہ صحت اور تندرستی کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

این مری شمل کی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملاقات

(پروفیسر ڈاکٹر خالد چودھری)

اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی محبت اور تعلق کی بنا پر انسان پر اپنا فضل و رحمت اور انعام و اکرام فرماتے ہیں اور بعض اوقات یہ انعام و اکرام اللہ کے محبوب و مخصوص بندوں پر، بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے یہ انتہائی مخلص بندے اللہ کے قرب کی منازل پالیتے ہیں

گروہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ انعام یافتہ اور مقربین میں سے ہیں اور انبیاء میں بھی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن پر اللہ نے اپنے انعام و اکرام اور نوازشوں کی انتہا کر دی اور آپ ﷺ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرما دی۔ انبیاء کے بعد گروہ صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جنھیں اللہ اپنے فضل و رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے۔

بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بھی صالحین کے گروہ میں سے ایک ہستی ہیں جن کا تذکرہ میں آپ کے سامنے پیش کرنے جا رہا ہوں۔

آپؒ نے نقشبندیہ سلسلہ سے سلوک طے کیا مگر رویت باری تعالیٰ جو آپ کا مقصود حیات تھا ایک اویسی بزرگ جناب رسالدار محمد حنیف خاںؒ کی صحبت اور فیض سے میسر آیا۔ آپؒ نے 1953 میں سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ صاحب بصیرت اور صاحب علم شخصیت کے مالک تھے۔ بڑے بڑے دانشور، Ph.D سکالرز آپؒ کی علمی قابلیت اور معرفت پر مبنی گفتگو سے مستفیض ہوتے رہے۔ معروف دانشور اور ادیب محترم جناب اشفاق احمد اور سابق صدر ضیاء الحق انصاری صاحبؒ کے مداحوں میں سے تھے۔

اب میں جس شخصیت کی بانی سلسلہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملاقات کے احوال آپ کے گوش گزار کرنے جا رہا ہوں وہ بین الاقوامی شہرت یافتہ Ph.D سکالر محترمہ این مری شمل ہیں۔ آپ کا تعلق جرمنی سے ہے۔ آپ نے ڈاکٹریٹ کی دو ڈگریاں حاصل کر رکھی تھیں۔ ایک

Islamic Civilization and Languages اور دوسری History of Religions کے مقالوں پر آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دی گئیں ۔محترمہ مولانا رومؒ اور اقبالؒ پر اپنی تحقیق کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت رکھتی ہیں ۔

1975 میں حکومت پنجاب نے اعلیٰ تعلیم کے لیے مجھے سکالرشپ پر جرمنی بھیجا ۔ جرمنی جانے سے پہلے مجھے یونی ورسٹی کے کسی دوست نے ''تعمیر ملت'' دی کہ پروفیسر صاحب یہ کتاب پڑھیں ۔میں نے کتاب پڑھی دل کو لگی تو میں نے اسے کہا کہ میں یہ کتاب دوبارہ پڑھنا چاہتا ہوں لیکن پرسوں میری جرمنی کے لیے فلائیٹ ہے ۔انہوں نے کہا کوئی بات نہیں ۔ آپ یہ کتاب ساتھ لے جائیں، یہ آپ کے لیے گفٹ ہے ۔میں وہاں گیا تو وہاں پروفیسر ڈاکٹر پرویز چیمہ صاحب تھے جو اقبال چیئر پر گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے Appointed تھے وہ بڑی ادبی شخصیت تھے ۔چودہ پندرہ ہزار کتب کا ذخیرہ رکھتے تھے اور انٹرنیشنل اداروں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے ۔بہت قابل شخصیت تھے ۔ میں ان سے بہت متاثر ہوا ۔ میں نے ان سے کہا چیمہ صاحب آپ نے یہ کتاب ''تعمیر ملت'' پڑھی ہے ۔انہوں نے کہا نہیں یہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری ۔خیر میں نے ان کو وہ کتاب دے دی۔ پچاس صفحات پڑھنے کے بعد انہوں نے مجھے فون کیا اور کہا ڈاکٹر صاحب میں جب یہ کتاب پڑھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے یہ کتاب مجھ پر ہی اتر رہی ہے اور میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتا ہوں ۔میں نے ایسا لٹریچر نہیں پڑھا مجھے پوری کتاب پڑھنے دیں پھر اس پر Debate کریں گے ۔جب انہوں نے ساری کتاب پڑھ لی تو پھر فون کیا کہ ڈاکٹر صاحب میں کسی کتاب کو ایک بار دیکھ لوں تو مجھے ذہن نشین ہو جاتی ہے مجھے تو یہ کتاب پڑھتے پڑھتے دو چار صفحات پیچھے جانا پڑتا ہے کہ پیچھے کیا لکھا ہوا ہے ۔میں نے ایسا سکالر نہیں دیکھا، ایسی جاذبیت کہیں نہیں دیکھی ۔میری اتنی کتابیں مارکیٹ میں ہیں، میرے اتنے پیپر انٹرنیشنل لیول پر پبلش ہوئے ۔ایسی کتاب میں نے نہیں دیکھی ۔میں نے کہا یہ کتاب گم نہ کر دینا میرے پاس یہ ایک ہی کاپی ہے ہارڈ فارم میں ۔کہنے لگے فکر نہ کریں یہ کتاب محفوظ ہے

میں ایک بار پھر پڑھ لوں پھر ہم اس پر Debate کریں گے۔ دو ہفتے بعد میں اقبال سمینار پہ جا رہا تھا، جرمنی میں ہر سال اقبال ڈے پر سمینار ہوتا ہے۔ چار، پانچ سو لوگ پروفیسر، ڈاکٹر، Think Tank اور سفارت کار آتے ہیں۔ میں اس سمینار میں جا رہا تھا تو چیمہ صاحب کا Assisstant ملا اور کہا کہ چیمہ صاحب نے یہ کتاب بھیجی ہے اور کہا ہے کہ میں نے یہ کتاب دوبارہ پڑھ لی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے کہیں کہ وہ بھی یہ کتاب ایک بار پھر پڑھ لیں پھر اس پر بات کریں گے۔ میں نے کہا جی بہتر۔ میرے پاس ایک فائل تھی، یہ کتاب تھی۔ میں نے سیمینار میں جا کر اپنی میز پر فائل اور کتاب "تعمیرِ ملت" رکھ دی۔ میری دائیں طرف ایک گوری خاتون بیٹھی تھیں۔ اس کی اس کتاب پر نظر پڑی۔ عنوان تھا "تعمیرِ ملت" مصنف "خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ"۔ اس خاتون نے اردو میں کہا "اگر اجازت ہو تو میں یہ کتاب دیکھ لوں" .I was shocked میں نے کہا جی میڈم۔ میں نے کتاب ان کو پکڑا دی۔ میں نے سوچا میڈم نے یہ اردو ٹائٹل کیسے پڑھ لیا یا تو یہ کسی پاکستانی یا انڈین کی بیوی ہیں یا یہ پاکستان، ہندوستان گئی ہیں جو انہوں نے اردو پڑھ لیا۔ میں اس کشمکش میں تھا تو انہوں نے کتاب کھول کر ایسے ہی پڑھنا شروع کر دیا جیسے نائی دیگ میں سے چند دانے دیکھتا ہے دیگ چیک کرنے کے لیے۔ میڈم نے ایک پیراگراف پڑھا تو اس کے چہرے کے تاثرات بڑی تیزی سے بدلے اور بڑے Request موڈ میں کہنے لگیں کہ کیا میں یہ کتاب پڑھنے کے لیے لے جا سکتی ہوں۔ میں نے غیر ارادی طور پر کہہ دیا جی میڈم۔ تب میڈم نے تعارف کرایا مجھے این مری شمل کہتے ہیں۔ میں نے کہا You are the dignity Pr. Dr. Anne Marie Schimmel? بولی جی ہاں۔ میں ادب سے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو وہ بھی کھڑی ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میری بڑی خوش قسمتی کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ مجھے آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔ بابائے اردو کہہ لیں اور اس شخصیت نے اقبالیات، صوفی ازم، روحانیت اور تصوف، برصغیر پاک و ہند کے اولیاء کرام پر ہی کام کیا۔ ساری زندگی۔ بیس سال پاکستان آتی رہیں، پاکستان میں انہوں نے بہت سے لیکچر دیے۔

لیکن میری شناسائی نہیں تھی۔اس لیے میں ان کو نہ پہچان سکا۔خیر وہ کتاب لے گئیں۔تین ہفتے بعد انہوں نے مجھے بلاوا بھیجا۔میں نے جا کر سلام کیا تو سب سے پہلے انہوں نے کہا مسٹر چودھری یہ کتاب کہاں سے لی ہے۔میں نے وہ ساری کہانی سنا دی۔بولیں میں تین بار کتاب پڑھ چکی ہوں ابھی بھی تشنگی باقی ہے۔اس سکالر نے تو میرے عقائد بدل کر رکھ دیے ہیں،میرے نظریات بدل کر رکھ دیے ہیں۔مجھے جس چیز کی تلاش تھی وہ مجھے آج ملی بلکہ انصاری صاحبؒ نے تو اللہ تعالیٰ کے تمام حجابات اتار کے میرے سامنے لا بٹھایا۔خدا کی قسم انہوں نے یہ کتاب عرش مجید پر بیٹھ کر لکھی ہے۔وہ بعد میں بتاتی تھیں میں نے اتنی تحقیق کی اتنے اولیا کرام کو پڑھا،تین ہزار سے زائد کتابیں پڑھیں۔مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا تھا کہ اللہ کہاں ہے۔ہم سے کیوں بات نہیں کرتا۔ہمارا خالق و مالک ہے وہ ہم سے پوشیدہ کیوں ہے ہم سے پرے کیوں ہے۔وغیرہ وغیرہ۔شاید میں ان سوالات کے جوابات ملے بغیر ہی مر جاتی مگر انصاری صاحبؒ نے تو اللہ کی ذات کو میرے سامنے لا بٹھایا۔میں اب سکون سے مرنا چاہتی ہوں۔very next day وہ پاکستان آئیں۔دو ہفتے پی سی ہوٹل میں قیام کیا،صبح و شام انصاری صاحبؒ سے ملاقاتیں ہوتیں۔سوالات و جوابات کا سلسلہ رہا۔دو ہفتے بعد جب وہ واپس جرمنی آئیں تو مجھے بلاوا بھیجا۔میں نے جا کر پوچھا میڈم کیسا رہا آپ کا دورہ اور انصاری صاحبؒ سے ملاقاتیں۔وہ اردو بہت روانی سے بولتی تھیں۔انھیں انڈیا پاکستان کی اردو سمیت کوئی بائیس چوبیس زبانوں پر عبور حاصل تھا۔انہوں نے کہا مسٹر چودھری اللہ کا جو علم اس شخصیت کے پاس ہے پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے اپنی کتاب تعمیر ملت میں وہ پانچ فیصد بھی نہیں لکھا۔دوسرا یہ کہ میری ساری تحقیق،ساری کتابیں،میری ساری زندگی کی کمائی،میری سوچ فکر اور میں خود ان کے سامنے جا کر زیرو ہو گئی۔مجھے ایسے لگا میری ستر سال کی کمائی ضائع ہو گئی لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ مجھے جس چیز کی تلاش تھی وہ مجھے مل گئی۔میں نے کہا بہت اچھا۔کہنے لگیں آپ اس شخصیت پر کیوں نہیں ڈاکٹریٹ کرتے۔میں تو فزکس پر ڈاکٹریٹ کرنے گیا تھا۔مگر ان کے کہنے پر جرمنی کے سکالرشپ پر روحانیت پر ڈاکٹریٹ کیا۔

میڈم نے میری اس معاملے میں بہت مدد کی۔میں تو نہ خود ولی اللہ تھا نہ میرا باپ دادا کسی گدی کے متولی تھے۔میں تو فزکس میں Time and Space کا طالب علم تھا۔میں پانچ سال میڈم کے ساتھ رہا۔میں اور میڈم نے مختلف ممالک کی 37 یونی ورسٹیوں میں لیکچر دیے۔ میڈم نے ہاورڈ یونی ورسٹی میں انصاری صاحبؒ کے نام پر Research Center قائم کیا اور کہا It is a light tower for new generations۔2003 میں میڈم کا انتقال ہو گیا اور میں 2010 میں پاکستان واپس آ گیا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے انصاری صاحبؒ جیسی قوم کا درد رکھنے والی ہستیاں اس سر زمین کو عطا کیں۔اہل پاکستان اور خصوصاً تو حیدی برادران کا فرض ہے کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تحریک اور ویژن کو عام کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔ہمیں اسلامی تعلیمات کی آئینہ دار اس تعلیم کو پاکستان کے ہر شہری تک پہنچانا ہے تا کہ ہمارا معاشرہ اللہ کی رحمت کا حق دار ٹھہرے۔

ہمارا معاشرہ جو تیزی سے رو بہ تنزل ہے انصاری صاحبؒ کی حیات افروز تعلیمات سے عروج حاصل کر سکتا ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ اہل پاکستان کب اس تعلیم کی طرف لوٹتے ہیں۔

فرامین بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(مرتب حافظ محمد یٰسین)

ایک کامل صوفی کی پہچان یہ ہے کہ اس میں کشف و کرامات کی طاقت اور روحانی قوت بھی ہوتی ہے اور ساتھ ہی اس کا اخلاق 'اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ ہوتا ہے۔ وہ شریعت کا سختی سے پابند ہوتا ہے اور اس کے عقائد بالکل قرآن اور حدیث کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بدترین گناہگار بھی اصلاح کے لیے آئیں اور اس کی تعلیم و ہدایات پر عمل کریں تو نیک پارسا اور متقی بن جاتے ہیں۔ (چراغ راہ صفحہ 76)

علماء کا کام صرف یہی تو نہیں کہ مسجد میں نماز پڑھا دی۔ جمعہ کے دن خطبہ سنا دیا۔ مدرسہ میں درس دے دیا۔ یا مسئلے مسائل سمجھا دیے وہ تو نائب رسول ﷺ ہیں۔ اس لیے ان کا فرض تو یہ ہے کہ قوم کا اخلاق رسول ﷺ کے معیار پر قائم رکھیں۔ قوم کے افراد میں اتحاد اور محبت و اخوت پیدا کریں تاکہ قومی قوت اور طاقت میں کمی نہ آنے پائے اور قوم دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے۔ (چراغ راہ صفحہ 42)

دراصل قصہ یہ ہے کہ تصوف اور روحانی طاقت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ ہر وہ آدمی جو کرامتیں دکھائے ضروری نہیں کہ صوفی بھی ہو لیکن ہر کامل صوفی میں کرامات دکھانے کی طاقت ضرور ہوتی ہے۔ (چراغ راہ صفحہ 44)

انکساری تو یہ ہے کہ آپ کے دل میں غرور و تکبر بالکل نہ ہو۔ دل سے دوسروں کی عزت کریں۔ خاطر داری اور تواضع سے پیش آئیں اور کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہو۔

جو آدمی وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ قدرتاً اپنے اعمال و افعال میں سست ہوتا ہے اور سستی خدا کو بہت ہی ناپسند ہے۔ وہ سست آدمیوں کے کاموں میں کبھی برکت نہیں دیتا۔ اس لیے آپ

اچھی طرح دل میں بٹھا لیجیے کہ وقت کی پابندی نہ کرکے آپ اپنی دنیا کا بھی نقصان کرتے ہیں اور دین کا بھی۔(چراغ راہ صفحہ 112)

اس میں شک نہیں کہ اولیائے کرام کی توجہ اور دعا سے لوگوں کو ہر طرح کے فائدے پہنچتے اور بہت سے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔لیکن یہ بزرگ ان انفرادی فوائد کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے۔اصل کام جو اس طاقت سے لیتے ہیں وہ تو اجتماعی اصلاح ہے اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔تمام پیغمبر بھی اسی غرض سے بھیجے گئے تھے (چراغ راہ صفحہ 82)

میں نے آج سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کرلی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے۔اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بنا پر بنتی اور بگڑتی ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح وترقی واحیاء ثانیہ کے لیے جتنی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم' مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بنظر غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔پورے تیس سال کی جدوجہد اور کدو کاوش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں مومن نہیں ہیں صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے۔(چراغ راہ صفحہ 183)

ہم نماز اول تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری نمازوں سے ہمارے اخلاق کی کہاں تک اصلاح ہوئی ہے' ہم نے کون کون سی برائیوں کو چھوڑا اور کون کون سی نیکیوں کو اختیار کیا ہے کیوں کہ خدا نے تو نماز کی یہی تعریف کی ہے کہ نماز برائیوں اور ممنوعہ کاموں سے بچاتی اور نیک بناتی ہے۔اس کے علاوہ ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہماری نماز میں خشوع اور حضوری باری تعالیٰ کہاں تک تھی۔اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے وہ تو ایک رسم ہے محض رسم جو پانچ وقت ادا کرلی جاتی ہے۔(چراغ راہ صفحہ 184)

آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے اس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔ یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہے اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔اچھی طرح یاد رکھیے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان بے ہودہ وفرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں۔ (چراغ راہ صفحہ 192)

اب آپ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جانی چاہیے کہ ذکر کا حسب دل خواہ فائدہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہو گا اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے اور آنے والی مصیبتوں کو اگر کوئی ٹال سکتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے۔لہٰذا اسی سے دعا کرو اسی کے آگے روؤ اور اسی سے مانگو جو مانگنا ہے ہرگز کسی زندہ یا مردہ بزرگ سے استعانت نہ چاہو۔اس کا ڈائریکٹ تعلق اپنے ہر بندہ کے ساتھ ہے۔وہ سمیع ہے' بصیر ہے' مجیب الدعوات ہے۔اگر اس پر بھی تمہاری دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ تم مانگ رہے ہو' خدا اس کو تمہارے لیے اچھا نہیں سمجھتا۔لہٰذا اپنی مرضی کو اسی کی مرضی کے سپرد کر دو اور جو کچھ بھی ہو اسی پر خوش رہو۔(چراغ راہ صفحہ 245)

حلقہ کا ہر ایک آدمی نیا ہو یا پرانا روحانی قوت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق کی مزید اصلاح کرے آپ لوگ خلق خدا کی محبت اور خدمت کے جذبہ کو اور زیادہ ترقی دیں۔ہمیشہ حق پر چلنے کی کوشش کریں اور قوت برداشت کو اور زیادہ بڑھائیں۔(چراغ راہ صفحہ 32)

ہمارے خیال میں یورپ میں مادی فروغ اور روحانیت کے فقدان کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اس نے تعلیم اسلام کا مطالعہ روحانی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مادی عینک لگا کر کیا ہے۔اسی طرح موجودہ مسلمانوں کے زوال کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ روحانی کرشمہ سازیوں کی روشنی میں کرتے ہیں، مادی افادیت کے خیال سے نہیں کرتے۔(تعمیر ملت صفحہ 20)

مومن چونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ تو کسی کے آگے سر جھکاتا ہے نہ کسی سے مدد کی امید رکھتا ہے، اس لئے اس کی ذہنیت کبھی غلامانہ نہیں ہوسکتی۔(تعمیر ملت صفحہ 24)

جب تک مسلمانوں میں توحید پرستی باقی رہی وہ کہیں اور کبھی مغلوب نہ ہوئے لیکن جیسے جیسے یہ ایمان کم ہوا وہ بھی کمزور ہوتے گئے اور جب توحید پرستی کی جگہ ان میں اشخاص پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی، تعزیہ پرستی، زر پرستی، حکام پرستی اور دیگر پرستیاں پیدا ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور پستی و ذلت کے اس غار میں چھوڑ دیا جہاں پڑے ہوئے وہ آج اغیار کا منہ تک رہے ہیں۔(تعمیر ملت صفحہ 25)

حقیقت یہ ہے کہ جس جماعت کے افراد میں دوسرے بھائیوں کی تکلیف کا احساس نہ ہو وہ ہرگز جماعت کہلانے کی مستحق نہیں، وہ تو بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ ہے کہ قصائی جس کو چاہے ذبح کردے، دوسری کھڑی منہ تکتی رہتی ہیں۔قرونِ اولیٰ میں یہ بات نہ تھی۔اس وقت ایک مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو ساری دنیائے اسلام بیکل ہوکر انتقام اور مدافعت پر آمادہ ہوجاتی تھی۔(تعمیر ملت صفحہ 30)

مسلمانوں کی تباہی اور زوال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دنیا سے متنفر ہوگئے اور دنیاوی عزت وعظمت اور حصول دولت وثروت کو برا سمجھنے لگے۔(تعمیر ملت صفحہ 68)

اس میں شک نہیں کہ ''حکمت'' اشرف اور افضل ترین علم ہے۔اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہوجاتی ہے، بڑے بڑے اسرار ہوتے ہیں، عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے، روحیں نظر آنے لگتی ہیں، رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے عظام کی زیارت میسر آتی ہے، عالم مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے، کشف و کرامات کی طاقت حاصل ہوجاتی ہے، مادہ پر تصرف حاصل ہوجاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت کی معرفت اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی عارف دین و دنیا میں امت محمدیہ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے

سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے۔ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویز گنڈوں اور دم درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کردیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہوجائے یا کچھ کفار ومشرکین مسلمان ہوکر ملت کی تعداد میں بیکار لوگوں کا اضافہ کردیں۔آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق وفاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بناسکیں، جو اپنی تعلیم وتوجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست وبصیرت پیدا کرسکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط ومتحد ہوجائیں،حق وباطل میں تمیز کرسکیں،سستی وکاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو۔وہ بقائے ملت کے لئے جان ومال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہرطرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیں۔(تعمیر ملت صفحہ 214)

ماڈرن تعلیم یافتہ حضرات میں سے جو لوگ کالجوں اور سکولوں میں معلموں کے فرائض انجام دیتے ہیں،بڑا کام کرسکتے ہیں۔آئندہ آنے والی نسلوں کا کردار اسلامی اور قومی سانچے میں ڈھالنے والے یہی لوگ ہیں۔اگر یہ چاہیں تو پچیس تیس برس میں سارے ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے۔بچوں میں صحیح اسلامی اخلاق،اخوت ومحبت،شجاعت اور وطن پر مٹنے کا جذبہ پیدا کرنا ان معلمین کے لئے جس قدر آسان ہے کسی اور کے لئے ہرگز نہیں ہوسکتا۔دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے فرض کو محسوس کرکے ادا کرتے ہیں یا نہیں۔(تعمیر ملت صفحہ 76)

مسلمانو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور ان پر قائم ہوکر قرآن اور اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔آج تم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ،کل تم کو پھر وہی عزت حاصل ہوجائے گی جو قرون اولیٰ میں تھی۔(تعمیر ملت صفحہ 125)

تسلیم و رضا یہ ہے کہ جو واقعات تم کو اپنی مرضی کے خلاف پیش آئیں ان کو من جانب اللہ سمجھو اور ان پر صرف صبر ہی نہ کرو بلکہ خوشی سے برداشت کرو۔(تعمیر ملت صفحہ 140)

نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے، اگر ملازمت و روزگار کے حالات کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو پھر تنہا ہی پڑھ لو، قضاء نہ کرنی چاہئے۔نماز ایسی ہو کہ نیت باندھنے سے سلام پھرنے تک برابر اللہ تعالیٰ ہی یاد رہے۔یہ حالت صرف انہی لوگوں کو میسر آسکتی ہے جو چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں، اس کے سوا ممکن نہیں۔(تعمیر ملت صفحہ 137)

سب سے بڑا نقصان جو انگریز نے اپنے اقتدار اور پروپیگنڈا سے ملت اسلامیہ کو پہنچایا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل سے وحدت اسلامیہ کے ملی جذبہ کو فنا کر کے وطنی قومیت کا جذبہ پیدا کر دیا، یہاں تک کہ حالات زمانہ سے بے خبر بھولے بھالے علماء کرام بھی یہ کہنے لگے کہ قومیں ادیان سے نہیں بلکہ اوطان سے بنتی ہیں۔اب حال یہ ہے کہ ہر ملک کا مسلمان دوسرے ملک کے مسلمان کو غیر اور اجنبی خیال کرتا ہے۔(تعمیر ملت صفحہ 89)

قدرتی جذبات اور احساسات فنا نہیں ہوا کرتے مگر ان پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔جو لوگ احساسات اور جذبات پر قابو حاصل کر لیتے ہیں، انہی کو یہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کئے بغیر دم نہیں لیتے۔بڑا آدمی اور کام کا آدمی بننے کے لئے یہ صفت بہت ہی ضروری ہے۔(تعمیر ملت صفحہ 140)

روحانیت کا کمال نوافل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔نفل ہر نماز کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں۔لیکن تہجد کے نفل اس بارے میں سب سے زیادہ مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت کامل سناٹا ہوتا ہے اس لئے جب فرصت ملے اور موقعہ ملے تہجد کے نفل ضرور پڑھنے چاہئیں۔یہ نفل معمولی نماز کی طرح نہیں بلکہ کامل اطمینان قلب کے ساتھ پڑھنے چاہئیں(طریقت توحیدیہ صفحہ 24)

محبت کے جذبہ میں بہت اعلیٰ جذبات و خصائل پوشیدہ ہیں۔جب تمہارا دل محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے وہ سب تمہارے کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔جو دل محبت کے رنگ میں

ڈوبا ہوا ہوگا اس سے یہ خصائل نمایاں طور پر ظہور میں آئیں گے۔

1۔ اطاعت وفرمانبرداری
2۔ سخاوت وایثار اور قربانی
3۔ رحم وکرم
4۔ عفوودرگزر اور چشم پوشی
5۔ نرمی اور خوش مزاجی
6۔ حلم وبرداشت
7۔ عاجزی وانکساری
8۔ مدد وخدمت

(طریقت توحیدیہ صفحہ 36)

یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اس لئے شامل ہوئے ہو کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے۔ تم نیک بن جاؤ، دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کرسکو۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 44)

تم روزی کمانے کے لئے جو کام بھی کرتے ہو پوری محنت اور شوق سے کرو۔ بددلی سے نہ کرو۔ تجارت کرتے ہو یا زراعت، ہمیشہ ایمانداری کو اپنا نصب العین بناؤ اور خوب محنت سے کام کرو۔ اگر ملازم ہو تو اپنی ڈیوٹی پوری دیانت داری، محنت اور شوق سے انجام دو اور یاد رکھو کہ تم قوم کا کام کر رہے ہو۔ اگر بے دلی یا بددیانتی سے کام کرو گے تو قوم کو نقصان پہنچاؤ گے اور دنیا اور آخرت دونوں میں خراب ہو گے۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 48)

فرض نمازیں کبھی اور کسی حالت میں اور کسی جگہ ہرگز قضا نہ کرو۔ اور ہمیشہ وقت پر ادا کرو۔ اگر مسجد میں جماعت کے ساتھ ممکن ہو تو بالضرور جماعت سے پڑھو اگر ڈیوٹی یا دوسرے دنیوی فرائض کی وجہ سے کبھی ممکن نہ ہو تو گھر میں پڑھو، اور مجبوراً کبھی نماز قضا ہو جائے تو قضا پڑھ لو ، ناغہ نہ کرو۔ یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ سالکوں کے قلب میں پاس انفاس اور نفی اثبات کا ذکر باقاعدہ کرنے سے جب حرارت اور سرور ونشہ پیدا ہو جاتا ہے تو نماز کے وقت اکثر یہ کیف جاتا رہتا ہے اس لئے صاف صاف ہدایت کی جاتی ہے کہ کیف رہے یا جائے۔ نماز ہرگز ترک نہ کی جائے۔ ممکن ہے کہ کچھ عرصہ تک کیف کی کمی ناگوار گزرے لیکن اگر تم نماز پر پکے رہے تو آخر میں خود

نماز پڑھنے میں جو کیف آئے گا وہ اس پہلے کیف سے ہزار درجہ زیادہ اور لطیف ہوگا۔ نماز نہ پڑھنے سے تمہارے گمراہ ہو جانے کا بھی خطرہ ہے کیونکہ جذب کی حرارت وکیف برائی اور نیکی دونوں طرف لے جاتی ہے جو لوگ نماز اور دیگر عبادات کے پابند رہتے ہیں اور اخلاق کا تزکیہ کر لیتے ہیں ان کو یہ جذب کی قوت ملکوت میں پہنچا دیتی ہے۔ لیکن جو ایسا نہیں کرتے وہ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ناسوت یعنی دوزخ کے طبقات میں پھنسے رہتے ہیں۔ یہ صاف ہدایت دے کر میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ جو لوگ نہ مانیں گے وہ خود ذمہ دار ہیں وہ آخر میں ضرور پچھتائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ توحیدی رنگ کے ہوتے ہیں وہ اگر نماز نہ پڑھیں تو ان کو اکثر حالات میں رزق کی تنگی ہوتی ہے۔ مگر جو لوگ نماز کے پابند ہوتے ہیں وہ اکثر خوش حال رہتے ہیں۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 24)

اسلامی تصوف یہ ہرگز نہیں سکھاتا کہ تم بیوی، بچوں، ماں، باپ، بہن بھائی اور دوسرے لوگوں کی محبت دل سے نکال دو بلکہ وہ تو تمام مخلوق خدا سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ عملاً یہ بات اس طرح ہوتی ہے کہ سالک کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت کا جذبہ موجزن رہتا ہے لیکن جس وقت بیوی، بچے، ماں باپ یا کوئی اور سامنے آئے تو اس وقت وہ ان کی بے انتہا محبت دل میں محسوس کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ پوری محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ لیکن جوں ہی وہ آنکھ سے اوجھل ہوں، اس کا تعلق پھر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آتے وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 28)

محبت کا مخالف جذبہ غصہ ہے۔ محبت سے جتنے فائدے ہوتے ہیں غصہ ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ مختصراً یوں یاد رکھو کہ محبت ایک تعمیری جذبہ ہے اور غصہ تخریبی، محبت بناتی اور غصہ بگاڑتا اور تباہ کرتا ہے۔ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے اور انسان ایسے کام کر گزرتا ہے جن سے آخر میں خود اس کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 40)

مکتوبات: خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ

عمل کی اہمیت

(بنام اکبر مغل صاحب 27/3/73)

آپ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم پر عمل کرتے جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ صرف عمل ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ کرنے سے ہی سب کچھ ملتا ہے۔ صرف باتیں کرنے سے کچھ نہیں ملتا۔ کوشش کرتے رہو۔ کرتے رہو، کرتے رہو۔

ڈسپلن کی سختی

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 1/3/65)

ڈسپلن کا تقاضا ہے کہ حلقہ فنڈ کے معاملہ پر کبھی کبھی سختی سے عمل کرانے کی کوشش کی جائے۔ ایسے کام کے لیے میں ہمیشہ ذرا سختی ہی سے لکھتا ہوں ورنہ اثر ہی نہیں ہوتا۔ اب آگے آپ ہوں، حافظ ہوں یا میرے سگے بھائی یا میرے والد صاحب ہوتے میں ذرا لحاظ نہ کرتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جب سے حافظ صاحب وہاں کے خادم بنے ہیں نہ انہوں نے کوئی خط لکھ کر حلقہ کے مردہ یا زندہ ہونے کی رپورٹ دی جو کہ کم از کم ایک ماہ میں ایک مرتبہ تو دینی چاہیے اور نہ ہی فنڈ بھیجا ہے تو میرے پاس اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا کہ ان کو ذرا گرمایا جائے۔"

توحیدی بھائیوں کی انفرادیت

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 18/5/63)

"حلقہ میں پندرھویں دن ضرور شریک ہوا کریں اور سب کو ہدایت کر دیں کہ ماہوار چندہ بغیر کسی کے مانگے خود اپنی خوشی سے دے دیا کریں۔ ورنہ عام آدمیوں میں اور توحیدی بھائیوں میں کیا فرق ہوگا۔"

نماز میں خشوع وخضوع

(بنام محمد قاسم صاحب 9/7/60)

''نماز میں خشوع وخضوع اگر نہیں میسر تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز پڑھی ہی نہ جائے۔ آپ محض رسمی نماز پڑھیں۔ رفتہ رفتہ خشوع وخضوع بھی پیدا ہو جائے گا۔ اگر پاس انفاس اور نفی اثبات باقاعدہ کرنے لگیں اور اللہ کو ہر وقت یاد رکھیں تو نماز بھی پر لطف ہونے لگے گی۔ دنیاوی کام اور پریشانیاں تو مرتے وقت تک رہتی ہیں۔ ان کے لیے اللہ اللہ کو تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔''

ملازمت

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 20/7/62)

''آئندہ سے یاد رکھیے لگی ملازمت بے وجہ نہ چھوڑیئے جب تک دوسری جگہ کا بندوبست نہ ہو جائے اور جو ملتی ہوا سے نہ ٹھکرایئے اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔''

خادمِ حلقہ کے انتظامی احکام

(بنام جمیل، بشیر اور جہانگیر صاحبان 16/7/65)

''معلوم ہوا کہ آپ صاحبان انتظامی معاملات میں لاہور کے خادم حلقہ قاسم صاحب کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ بہت افسوس ہے قاسم صاحب میرے حکم اور نام سے سب کچھ کرتے ہیں اس لیے گویا آپ مجھ سے بغاوت کرتے ہیں۔ افسوس ہے۔ تینوں صاحبان الگ الگ جواب دیں۔''

نماز با قاعدہ پڑھو

(بنام مخدوم ریاض حسین صاحب 6/12/63)

''نماز باقاعدہ پڑھا کرو، ذکر سے غافل نہ ہوں، دنیا کی تکالیف بھی جاتی رہیں گی''

پریشانیوں کا علاج

(بنام قاسم صاحب 12/1/63)

''آپ یہ غور کریں کہ کوئی کام حلقہ کے قواعد کے خلاف یا اللہ کے حکم کے خلاف تو نہیں کر رہے آپ یا آپ کی بیگم اگر ایسی بات ہے تو اس کو دور کر دیں۔ دوسرے جہاں تک ہو درود شریف بہت پڑھا کریں آپ بھی اور ثریا بیٹی بھی۔''

رزق کی تنگی

(بنام محمد قاسم صاحب 9/1/62)

''آپ کبھی غور کریں کہ آپ کوئی ایسا کام تو نہیں کرتے جس سے رزق کم ہوتا ہے۔ اگر آپ نماز نہیں پڑھتے تو پھر تنگی رزق کی شکایت فضول ہے کیونکہ جو اللہ کا پاس انفاس کرتا ہے اور درود شریف اور نماز نہیں پڑھتا اس پر ہمیشہ رزق کی تنگی رہتی ہے۔''

سب کچھ ملے گا

(بنام محمد قاسم صاحب 1/6/60)

''آپ کو قلبی سکون، قوتِ ایمانی، رزق حلال اور دنیوی اور دینی آسائشیں سب کچھ میسر آ سکتا ہے بشرطیکہ پہلے اللہ پر بھروسہ کریں کہ وہ یہ سب کچھ دے دے گا۔ پہلے نماز با قاعدہ کریں۔ درود شریف (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ) ہر نماز کے بعد دو سو مرتبہ پڑھا کریں اور باقی وقت میں اللہ اللہ کریں۔''

فراخی رزق کے لیے

(بنام محمد قاسم صاحب 9/1/62)

''رات کو نمازِ عشاء کے بعد سبحان اللہ و بحمدہ'' 101 مرتبہ پڑھیں اور سجدہ میں جا کر جو کچھ اللہ نے

آپ کو دے رکھا ہے اس کے لیے اللہ کا شکر ادا کریں۔ سچے دل سے، پھر آئندہ ترقی رزق کے لیے دعا کریں۔ جو اللہ کا پاس انفاس کرتا ہے اور درود اور نماز نہیں پڑھتا اس پر ہمیشہ رزق کی تنگی رہتی ہے۔"

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 29/11/64)

"خوشی ہوئی۔ اللہ آپ کو خیریت سے رکھے اور دین و دنیا کی ترقی دے۔ مخلوق کی اصلاح خدا کے واسطے سب سے بڑی عبادت ہے۔ میں تو مر جاؤں گا اب یہ کام آپ ہی لوگوں کو انجام دینا ہے۔ اللہ آپ کی مدد فرمائے گا۔"

دنیا و آخرت میں سرخروئی

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 31/1/71)

"حلقہ توحیدیہ اس لیے قائم نہیں کیا گیا ہے کہ مجھ کو یا کسی اور رکن حلقہ کو ذاتی اعزاز یا دنیوی نفع حاصل ہو۔ ہمارا مقصد دوہرا ہے۔

ایک یہ ہے کہ ہم خود روحانی بزرگی اور اخلاقی بلندی حاصل کریں تاکہ دنیا و آخرت دونوں میں سرخروئی حاصل ہو۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ جب کچھ بن جائیں تو دوسروں کو اپنے جیسا بنانے کی کوشش کریں تاکہ امتِ محمدیہ میں جو فرقہ بندیاں، عناد اور فساد پھیلا ہوا ہے یہ دور ہو اور باہمی یگانگت، محبت اور اتفاق و اتحاد پیدا ہو۔ آپ لوگ چونکہ یہی کام کر رہے ہیں اس لیے آپ لوگوں سے اچھا اس زمانہ میں کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور اپنے قرب اور حضوری سے نوازے۔ آمین! ظاہر ہے میں نے تو بنیاد ڈال دی ہے میں اکیلا تو کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ ہی سب کچھ کریں گے۔ میری ہمت، دعائیں اور ہدایت ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔"

کرامات فضول باتیں ہیں

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 4/3/1966)

''یہ سب کرامات فضول باتیں ہیں۔ ہمارا حلقہ تو اصلاح کرنے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے بنایا گیا ہے کرامتیں دکھانے کو نہیں۔''

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا مقصد

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 17/8/1963)

''ہمارا سلسلہ اور تعلیم دوسرے حلقوں سے بالکل مختلف ہے اس لیے حلقہ قائم کرنے سے پہلے اپنے توحیدی عقائد اچھی طرح لوگوں کو سمجھا دینے چاہئیں اور جو ان میں پکے ہوں صرف ان کو شامل کرنا چاہیے۔''

قوتِ عمل کی کمی

(بنام الحاج محمد حسین چہل 12/9/1973)

''سیلاب سے واقعی ہمارے ملک میں بہت مالی و جانی نقصان ہوا ہے۔ اللہ پاک ہماری خطاؤں کو معاف فرمائیں اور رحم و کرم فرمائیں۔ آمین! مسلمانوں میں قوتِ عمل ختم ہو گئی ہے۔ خالی دعاؤں اور نعرہ بازی سے تو کوئی تکلیف نہیں ٹل سکتی زبان سے تو ہم اللہ کے پجاری ہیں۔ مگر عمل سے بہت سے بتوں کو پوجتے ہیں۔ بہر حال ہماری دعا تو یہی ہے کہ اللہ ہم پر اپنا رحم و کرم فرمائیں۔''

Duty First

(بنام الحاج محمد حسین چہل 30/5/1955)

''میری تعلیم یہی ہے کہ Duty First۔ جب ملازمت ہی ٹھہری تو جہاں گورنمنٹ بھیجے۔ محنت اور دیانت داری سے ملازمت کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ کیوں کہ اس سے ملک طاقتور رہتا ہے۔''

اللہ اللہ نہ بھولیں

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 22/7/1969)

''کوشش کریں کہ حلقہ کے تمام بھائیوں میں رابطہ رہے اور ذکر کے دن سب جمع ہو جایا کریں۔ ویسے بھی سب کو کہتے رہا کریں کہ اللہ اللہ نہ بھولیں۔اس میں انہی کا فائدہ ہے۔''

بھائیوں کی صحبت

(غلام اکبر مغل صاحب 17/10/1972)

''بھائیوں کے ساتھ کافی وقت گزارا کرو اس سے بڑی جلد ترقی ہوتی ہے۔پنڈی میں بھائیوں کی صحبت میں یقیناً فائدہ ہوگا۔میں خود 30 کو پنڈی پہنچوں گا۔پانچ چھ دن رہ کر واپس آؤں گا۔''

جلدی نہ کریں ہمت نہ ہاریں

(بنام محمد قاسم 1/6/1960)

''حلقہ میں شامل ہوتے رہیں اور جس طرح بتایا جائے کرتے رہیں۔رفتہ رفتہ سب کچھ میسر ہو جائے گا۔جلدی نہ کریں ہمت نہ ہاریں۔دنیاوی ترقی کی بھی کوشش ضرور کرتے رہیں۔''

مرشد سے وعدہ

(بنام محمد صدیق ڈار 11/3/1961)

''بیٹی سے کہنا کہ ہم سے وعدہ کر کے پورا نہ کرنا بہت بری بات ہے کچھ تو سزا مل ہی جاتی ہے۔اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔افسوس یہ ہے کہ پنڈی آؤں گا تو وہ گاؤں میں ہوگی۔

فرائض کی پابندی اور ڈسپلن

(بنام محمد مرتضٰی 1/3/1965)

''میں بخدا اپنے سب مریدوں سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔لیکن اگر فرائض کی پابندی نہ ہو ڈسپلن کا خیال نہ رکھا جائے تو میں محبت کی پرواہ نہیں کرتا۔''

ساتھ غنیمت جانو

(بنام جمیل اختر صاحب 21/2/1972)

''تعجب ہے صدیق ڈار کے ساتھ رہتے ہوئے بھی آپ نفی کی بابت مجھے لکھتے ہیں جو شکایت ہے ان سے کہا کرو۔ان کا ساتھ غنیمت جانو اور فیض بھی لو اور جو سمجھ میں نہ آتا ہو سیکھ بھی لو۔''

سب سے ذلیل آدمی

(بنام عبدالحمید صاحب 14/1/1971)

''جو حضرات سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو سمجھ کر عمل شروع کریں ان کی کامیابی اللہ کے ذمہ ہے۔بیعت مبارک ہو۔اب آپ کو چاہیے کہ جس کام کو خود اپنی خوشی سے اپنے ذمہ لیا ہے اس کو پوری طرح انجام تک پہنچایئے۔دنیا میں سب سے ذلیل آدمی وہ ہے جو کسی کام کو اپنے ذمہ لے کر انجام نہ دے یا کوئی وعدہ کر کے پورا نہ کرے۔جس کی زبان سچی نہیں اس کا کچھ بھی سچا نہیں۔''

سینٹر کی اہمیت

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 5/7/70)

''یہ دعا کریں کہ اب اللہ تعالیٰ روپیہ دے کہ آستانہ بن جائے۔بغیر کسی سینٹر کے کوئی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی، آستانہ ہو، وہاں مہمان خانہ ہو اور لنگر ہو اور ایک اخبار وہاں سے نکلے۔ بغیر اس کے ہم توحید کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔''

قرض اور مدد

(سرکلر بنام حلقۂ حیدیہ 8/11/62)

''میں نے سنا ہے کہ حلقہ کے پیر بھائی آپس میں قرض دیتے اور لیتے رہتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کر سکتا۔ اس طرح آپس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے میں سب کو ہدایت کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی نہ کسی پیر بھائی سے قرض لے، نہ دے۔ اگر کوئی قرض دے تو اپنی ذمہ داری پر یہ سمجھ کر دے کہ یہ روپیہ اب واپس نہیں ملے گا۔ مدد کے خیال سے دے سکتے ہیں۔''

کفار پر توجہ

(1965ء بنام محمد صدیق ڈار صاحب)

''پاکستان کی مسلح افواج اور مجاہدین کی طرف خیال کر کے دل سے توجہ کی طاقت ان کو پہنچایا کریں۔ اور کفار پر یہ توجہ دیا کریں کہ 'بھاگو، بھاگو' ان شاءاللہ یہ چیز بے کار نہیں جاتی ضرور اثر ہوتا ہے۔ دعا بھی کیا کریں۔''

توجہ کی کمی

(بنام غوث محمد صاحب)

''توجہ کی کمی میری طرف سے کبھی نہ ہوگی۔ کمی تو آپ لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے۔''

پاس انفاس اور توجہ

(بنام محمد مرتضٰی صاحب)

''جتنا پاس انفاس زیادہ کرو گے اور میرا خیال زیادہ رکھو گے اتنی ہی زیادہ توجہ ملے گی اور روحانی ترقی ہوگی۔''

حق پر محبت کو قربان کر دو

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب1/3/1965)

’’میں بخدا اپنے سب مریدوں سے بے انتہا محبت کرتا ہوں لیکن فرائض کی پابندی نہ ہو اور ڈسپلن کا خیال نہ کیا جائے تو میں محبت کی پرواہ نہیں کرتا۔ آپ بھی آئندہ یہ بات یاد رکھیں کہ حلقہ والے اس آخری فقرے یعنی ’’حق پر محبت کو قربان کر دو‘‘ بھول گئے ہیں۔ اس لیے سست اور کم عمل ہو گئے ہیں۔ جب میرے اتنے سے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی تو کل کو اگر خدا کے نام پر مال و جان قربان کرنے کی ضرورت پڑی تو کون بنے گا۔‘‘

کامیابی کا گر

(بنام ولی محمد صاحب 16/1/1964)

’’کوئی بھی کام ہو اس میں کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ مستعدی سے ان قاعدوں کے بالکل مطابق کیا جائے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں۔‘‘

مرتے وقت اللہ یاد ہو

(بنام محمد یعقوب صاحب 20/7/1962)

’’باقی اللہ اللہ جس طرح کر رہے ہو کرتے رہو۔ میرا اصول یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ترقی کی جائے دین کی بھی اور دنیا کی بھی اور اللہ کی یاد تو مرتے دم تک کرنی پڑتی ہے۔ مرتے وقت اللہ یاد ہو تو سمجھو ساری زندگی کامیاب رہی ورنہ بے کار گئی۔ دیکھنے بھالنے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کسی کو کچھ نظر آتا ہے کسی کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کا خیال بالکل نہ کریں۔ اخلاق کو دیکھیں یہ سدھر رہا ہے یا نہیں اور خدا کی یاد کو دیکھیں کہ بڑھ رہی ہے یا نہیں۔ باقی سب درست ہے۔‘‘

اچھے اخلاق اور عمل

(بنام محمد یعقوب صاحب 31/7/1962)

''آپ نے جو اپنی عادت کی بابت لکھا ہے کہ کبھی کسی کو ناخوش نہیں کرتے یہ بہت اچھی عادت ہے۔ عین خدا اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق۔ دوسری بات بھی اچھی ہے مگر زیادہ دولت ملنے کی دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ نیک آدمی کے پاس زیادہ دولت ہو تو وہ قوم اور غریبوں کے کام آتی ہے ذاتی عیش وعشرت پر خرچ نہیں ہوتی۔

باقی چارپائی پر لیٹ کر مرنا واقعی بہت برا ہے اس کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ باقی جو کچھ بتایا گیا ہے وہی کرتے رہو اور عمر بھر کرتے رہو ترقی ہوتی رہے گی۔ میرے پاس آنے اور ملنے سے بھی اتنا فائدہ نہیں ہوسکتا جتنا میری باتوں پر عمل کرنے سے ہوگا۔ اس لیے اگر یہاں (بنوں) آنے اور ملنے میں فضول خرچ ہوتا ہو تو یہاں آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ میں خود سردیوں میں کراچی آؤں گا تب مل لینا۔''

(بنام محمد یعقوب صاحب 28/5/1962)

''ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس میں ناغہ نہ کرنا۔ غصہ اور نفرت کی نفی کردیں بڑی جلدی ترقی ہوجائے گی۔ خوش مزاجی اور خوش خلقی اختیار کریں۔ مرتضی صاحب اور ملک صاحب کی صحبت کو نعمت سمجھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ پی اے ایف میں سویلین ہیں۔ اگر ممکن ہو اور قواعد اجازت دیں تو ایف اے اور بی اے کا امتحان پاس کرلیں خواہ کتنے ہی برس میں ہو۔ قاعدہ نہ ہو تو فارسی اور انگریزی کی سٹڈی گھر پر کرکے قابلیت بڑھاتے رہیں۔ اصل چیز قابلیت ہے۔ علم نہ ہو تو باوجود ولی اللہ ہوجانے کے آدمی عارف نہیں بن سکتا جو ولایت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔''

تسخیر کائنات کے اصول

(عبدالرشید ساہی)

انسان فقط مٹی کا پتلا نہیں ہے۔ یہ احسن التقویم ہے زمین پر خدا تعالیٰ کا نائب ہے مسجود ملائک ہے زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان خصوصی ہے لیکن یہ اپنے من میں ڈوبتا نہیں ہے اندر کے انسان کی بات پر غور نہیں کرتا اندر والا کچھ اور بات کرتا ہے لیکن باہر والا سینہ زوری کرتا ہے اندر والا سچ کہتا ہے جو کہ باہر والے کو قبول نہیں۔ بقول علامہ اقبال:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ایسے ضابطے جن پر عمل کرتے ہوئے انسان کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے اس سلسلہ میں چار شرائط کو پورا کرنا لازمی ہے:۔

(1) ایمان (2) علم (3) عمل (4) اخلاص

ایمان: چند حقائق کو مان لینے کا نام ہے وہ حقائق جو نہ تو حواس کے ذریعے سے محسوس کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی عقل کی ان تک رسائی ہوتی ہے مثلاً خدا کا وجود آخرت کا اقرار اور جنت و دوزخ وغیرہ ان تمام حقائق کو جاننے کا فقط ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ وحی ہے جو کہ خود اپنے منتخب بندوں (پیغمبروں) پر اتارتا ہے۔ پھر یہ ماننا محض زبانی دعوے کی حد تک نہ ہو بلکہ دل و دماغ کی گہرائیوں تک اتر جائے اور انسان کی شخصیت کو بدل کر رکھ دے۔

فرعون کے دربار میں جادوگروں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں اجرت (انعام) ملنا چاہیے۔ مگر جب مقابلہ کے وقت ان پر حقیقت آشکار ہو جاتی ہے اور وہ ایمان قبول کر لیتے ہیں تو فرعون کی دھمکی کے جواب میں کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا کر تمہیں سولی چڑھا دونگا

تو وہ دوٹوک جواب دیتے ہیں کہ اس رب کی قسم جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے اس کے واضح دلائل جان لینے کے بعد تمہیں (فرعون کو) بالکل ترجیح نہیں دیں گے۔ یہ فقط ایمان کی قوت سے سرفروشی پیدا ہوتی ہے۔ چند لمحے پہلے وہ فرعون کی دولت، انعام ملنے کی طرف للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور اب یہ بے نیازی کہ موت کو گلے لگانے میں بھی کوئی خوف تک محسوس نہیں۔ یہ ساری تبدیلی صرف ایمان کی مرہون منت ہے۔ لیکن یہ اسلام جو ہم نے اپنا رکھا ہے۔ اس میں ہمارے ایمان میں نہ کوئی قوت ہے اور نہ سکت ہے۔ نہ سرفروشی ہے نہ جانبازی ہے جب بھی کوئی حق بات کہنے کا مقام آتا ہے بڑے بڑے شیروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔ 70 سال سے نمازیں پڑھنے والے حق بات کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ نمازیں ان کو بے خوف نہیں بناتی ہیں۔ بتوں کا خوف ہر وقت ان کے ذہنوں پر سوار رہتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

سورہ روم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے)
سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اور اگر تم (کامل) ایمان رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے واضح وعدہ کے بعد تو ایمان والوں کو بے خوف ہو جانا چاہیے اور زندگی کے ہر معرکے میں مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیے۔

علم: تسخیر کائنات کے سفر میں ایمان کے بعد جو دوسری بڑی طاقت ہے وہ علم ہے۔ انسانیت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں علم کا بہت بڑا کردار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی فرشتوں پر حضرت آدم کے علم کی برتری بتائی گئی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم صادر فرمایا گیا اور یہ اصول قیامت تک کیلئے جاری و ساری کر دیا گیا جس زمانہ میں مسلمان میدان میں برتری کے حامل تھے اس وقت امامت عالم کا تاج بھی انہی کے سر پر سجا ہوا تھا۔ لیکن آج جب کہ مسلمان علم کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں تو جگہ جگہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں

اور ظلم کا شکار ہیں ۔آج کل قوموں کی امامت کا تاج مغربی قوموں پر سجایا گیا ہے ۔اسطرح کائنات کا کارخانہ مخصوص قوانین کے تحت چل رہا ہے اسی طرح خالق کائنات نے زندگی کی بقاء، ارتقاء اور نشونما کیلئے بھی ضابطے اور قوانین مرتب کر رکھے ہیں ۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں ملکہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس کا تخت منگوانا چاہا تو پہلی آفر ایک جن کی طرف سے آئی کہ آپ کا دربار برخواست ہونے سے پہلے تخت لا دونگا ۔اس کی آفر ٹھکرا دی گئی پھر ایک علم والا اٹھتا ہے اور پلک جھپکنے میں تخت حاضر کر دیا جاتا ہے اور اسی کو اللہ کا فضل کہا جاتا ہے ۔علم کی دولت بھی اللہ کا بہت بڑا فضل ہے سورہ طلاق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے اندازہ مقرر فرما رکھا ہے"۔سورہ الاحزاب میں ارشاد ربانی ہے "اللہ کی یہی سنت ان لوگوں میں بھی جاری رہی جو پہلے گزر چکے ہیں ۔اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے"۔حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں:

علموں باجھ کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

عمل: علم اور عمل لازم و ملزوم ہیں دونوں الفاظ ہم وزن ہیں علم کو اپنے اوپر نافذ کرنے کا نام عمل ہے ۔عمل کے بغیر علم بے معنی ہے ۔علم کی بدولت جو حقائق انسان پر آشکار ہونگے زندگی کو ان سے ہم آہنگ کیا جائے اور روزمرہ کی سرگرمیوں کا رخ ان کے مطابق متعین کیا جائے ۔جس طرح چراغ جلے بغیر روشنی نہیں دیتا اس طرح علم بھی عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا ۔نسخہ جتنا بھی بہترین کیوں نہ ہو جب تک اس کو استعمال نہ کیا جائے مریض کو فائدہ نہیں ہوتا ۔دراصل علم کا مقصود ہی عمل ہے ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قرآن مجید کے مطابق جو علم عمل میں نہ آئے گدھے پر رکھے ہوئے اس بوجھ کی مانند ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا الٹا بوجھ اور مشقت برداشت کرنی پڑ رہی ہے ۔حضرت واصف علی واصف فرماتے ہیں: "علم وہی ہے جو عمل میں آ جائے ورنہ اضافی بوجھ ہے"۔دنیا کی ساری

رونقیں حرکت اور عمل سے ہی عبارت ہیں جبکہ بے عملی جمود یعنی موت ہے۔ دنیا سے لیکر آخرت تک کی تمام سعادتوں کا دارومدار عمل پر ہی ہے اور سورہ نجم میں ارشاد ربانی ہے۔"اور انسان کو صرف وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی"۔ رہا فضل یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے جس پر ہو جائے۔ اس کی نظر کرم جس پر جتنا چاہے کر دے۔

اخلاص: یہ وہ قلبی کیفیت ہے جو انسان کو پورے خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی اطاعت پر قائم رکھتی ہے۔ بندہ مومن کے نہاں خانہ جود میں عبد و معبود کے تعلق کا سب سے نمایاں ظہور یہی ہے۔ مخلصین یہی لوگ ہیں جو ہمیشہ بندگی میں رہیں۔ غم، خوشی، جوش، ہیجان اور لذت والم کی کسی حالت میں بھی اپنے خالق سے سرکش نہ ہوں۔ شہوت کا زور، جذبات کی یورش اور خواہشوں کا ہجوم بھی انہیں خدا کے سامنے کبھی بے ادب نہ ہونے دے۔ ان کا دل خدا کا عرش ہو اور اس کی شریعت کو وہ حضوری میں دیا گیا حکم سمجھیں۔ جس سے سرتابی کا تصور بھی ممکن نہ ہو۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں:

یار کریسی جدا اپنا تینوں چھٹسن سب آشنایاں
ماں پیو تجن یاد نہ رہسن حرص نہ بہناں بھائیاں

خلوص کے ساتھ اللہ ہے اور گمان کے ہمراہ شیطان۔ آج کی دنیا میں وہ انسان صاحب کرامت ہے جو صاحب یقین ہے۔ آج کے دور کی آگ سرمایہ پرستی کی آگ ہے۔ ہوس پرستی کی آگ ہے، خود پرستی کی آگ ہے۔ آج کا ابراہیم وہ انسان ہے جو اس آگ میں گلزار پیدا کرتا ہے۔ جس کی آنکھ میں یقین کے جلوے ہیں۔ جس کے دل میں اعتماد ہے اس ذات پر جو اس کی مسجود ہے۔ اس کی محبوب ہے۔ جو ہمہ حال موجود ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

یقین پیدا کر اے ناداں یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

جو انسان ہر کام رضائے الٰہی کی نیت سے کرتا ہے وہ ہی مقرب ہوتا ہے۔ اور جو مقرب

ہوتا ہے اس کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے۔اس کو خدائی بصیرت عطاء ہوتی ہے۔اخلاص بندگی کی روح ہے اور بندہ مومن کی زندگی کا نصب العین بھی ۔قرآن مجید میں اس کی جا بجا تاکید کی گئی ہے۔ "فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز، میرا حج، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا صرف اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔سورہ الانعام۔حدیث نبوی ہے جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ کیلئے ہی نفرت کی اور اللہ ہی کیلئے کسی کو دیا اور اللہ ہی کیلئے نہ دیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔بقول شاعر

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے تھا

اللہ تعالی نے انسان کو کائنات کے اندر فاعل بنا کر بھیجا ہے مگر یہ نفسانی خواہش کا غلام بن کر مفعول بن گیا ہے ۔بد دیانتی اور بے حیائی نے اس سے قرب الہی چھین لیا ہے ۔اپنا قیمتی وقت شیطانی کاموں میں ضائع کر رہا ہے۔اللہ سے دوری دوزخ اور اللہ کا قرب جنت کہلاتا ہے ۔صاحب یقین خوف وحزن سے آزاد ہے ۔اسے نہ آنے والے کا ڈر ہے اور نہ جانے والے کا ملال ۔وہ صرف اپنے مالک کے عمل کو دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے وہ شکر کرتا ہے کہ اسے شکر کرنے والا بنایا گیا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

خبر کی تصدیق کر لیا کریں

(مولانا محمد یونس حنیف)

کذب بیانی (جھوٹ بولنا) بری خصلتوں میں سے بدترین خصلت ہے۔قرآن و حدیث کے علاوہ دنیا کے ہر معاشرے میں اس کو برائی سمجھا گیا ہے۔اور بری نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے،حتیٰ کہ کسی بھی مذہب سے تعلق نہ رکھنے والے،کسی بھی اچھے انسان نے جھوٹ بولنے والے آدمی کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔بلکہ حوصلہ شکنی کی ہے۔قرآن وحدیث اور تمام دینی اسلامی لٹریچر میں اسے لعنت اور پھٹکار کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔اور یہ آیۃ کریمہ تقریباً ہر مسلمان کو یاد ہے **"لعنۃ اللہ علی الکٰذبین"** (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے) کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

جھوٹ مت بولو کہ جھوٹا آدمی ہوتا ہے خوار
اس کے سچ کا بھی کرتا نہیں کوئی اعتبار

جی ہاں! جھوٹ بولنا بری عادت ہے اور جھوٹی خبر دینا،پہنچانا اور شائع کرنا اس سے بھی برا ہے۔خبر جھوٹی ہو یا سچی،کیسی بھی ہو،جیسی بھی ہو،بغیر تحقیق کے اس کو آگے پہنچانا یا اس پر عمل کرنا کسی طرح بھی جائز اور مناسب نہیں۔اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔افواہیں اسی سے جنم لیتی ہیں۔دلوں میں بغض اور کینہ پیدا ہوتے ہیں،عداوتیں بڑھ کر جنگ وجدل اور قتل و غارت تک کی نوبت آجاتی ہے۔میدان کارزار گرم ہو جاتے ہیں اور قومیں اور ملک آپس میں ٹکرا جاتے ہیں اکثر و بیشتر یہ سب کچھ غلط خبر اور غلط فہمی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔اس موقعہ پر قرآن کریم اہل ایمان و تقویٰ کی رہنمائی کرتا ہے اور حق وصداقت اور اعتدال و مروت کی راہ دکھاتا ہے۔

ترجمہ:اے لوگو جو ایمان لائے ہو،اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔**(الحجرات:6)**

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیۂ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اکثر تنازعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔اس لیے اول اختلاف و تفریق کے اسی سر چشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی۔یعنی کسی خبر کو یوں ہی بلا تحقیق قبول نہ کرو۔فرض کیجیے، ایک بے راہ رو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی۔تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے۔بعد میں ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا تو خیال کرو کہ اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی۔اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔''

اس آیہ مبارکہ کے شانِ نزول میں اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیطؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔واقعہ یوں پیش آیا کہ قبیلہ بنو المصطلق کے قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ کو ان کی طرف بھیجا کہ ان سے زکوٰۃ وصول کر لائیں۔ انہوں نے کسی ڈر کی وجہ سے یا ویسے ہی کہہ دیا کہ انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ اہل قبیلہ سے ملے تک نہیں تھے۔اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ تو مجھے قتل بھی کرنا چاہتے تھے۔یہ خبر سن کر رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوا اور غصہ بھی آیا۔جس پر آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ بنو المصطلق کے خلاف باقاعدہ فوجی کاروائی کر کے ان پر چڑھائی کر دی جائے۔بعد میں معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ولید بن عقبہ سرے سے بنو المصطلق سے جا کر ملے ہی نہیں۔لہٰذا زکوٰۃ سے انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔اور نہ ہی ان کے قتل کا کسی نے سوچا۔بعض مفسرین نے امر واقعہ اور سند کے اعتبار سے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا۔اس لیے اس کو ایک صحابی رسول ﷺ پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔

اس روایت کے صحیح یا غلط ہونے اور شان نزول کی بحث پر پڑے بغیر اس آیۃ مبارکہ میں جو اہم ترین ہدایت کی گئی ہے او راصول بیان فرمایا گیا ہے وہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اور معاشرے میں امن و آشتی کی فضا برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ہر فرد اور جماعت کا، حکومت اور تنظیم کا یہ فرض ہے اور اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کے پاس جو بھی خبر یا اطلاع آئے، بلا تحقیق اور بغیر سوچے سمجھے کوئی کارروائی نہ کرے۔ تا کہ غلط کارروائی کرنے کے بعد جو نقصان ہو اور خاص طور پر جو شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑے اس سے بچا جا سکے۔

حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس نازک موقع پر جب کہ ایک بے بنیاد خبر پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے ایک عظیم غلطی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر، جس پر کوئی بڑا نتیجہ مرتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اسے قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی فاسق شخص ہے یا جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی بات اعتماد کے لائق نہیں ہے تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امر واقعہ کیا ہے؟ اس حکم ربانی سے ایک اہم شرعی قاعدہ نکلتا ہے جس کا دائرہ اطلاق بہت وسیع ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کی حکومت کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی کارروائی ایسے مخبروں کی دی ہوئی خبروں کی بنیاد پر کر ڈالے جن کی سیرت بھروسے کے قابل نہ ہو۔''

پیچھے لکھا جا چکا ہے کہ اس آیت مبارکہ کے شان نزول سے قطع نظر یہ مسئلہ انسانی زندگی اور معاشرت و تمدن کو بہتر از بہتر بنانے کے لیے ایک اصولی مسئلہ ہے۔ خبریں ہر طرح کی ہوتی ہیں۔ اچھی بھی، بری بھی۔ انبساط و مسرت پیدا کرنے والی بھی اور غصہ و تکلیف میں مبتلا کرنے

والی بھی ۔لہٰذا کسی بھی خبر اور اطلاع کو بلا سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق قبول نہیں کرنا چاہیے ۔اور جب تک اسے اچھی طرح جانچ نہ لیا جائے اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے ۔اور نہ ہی اس پر کاربند ہو جانا چاہیے کیوں کہ ایسی صورتوں میں تنازعات و مناقشات بھی پیدا ہوتے ہیں، باہم لڑائیاں پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہوتا ہے ۔دلوں میں کدورت، بغض اور دوریاں بھی پیدا ہوتی ہیں ۔ہر شخص کی ہر بات کو قبول کر لینا اور اس پر یقین کر کے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑنا، رشتہ مودت و محبت کو توڑ دینا اور خواہ مخواہ وسوسوں کی زد میں رہنا اور کڑھتے رہنا، عقل و خرد، دانش مندی اور دین سے دوری کی علامت ہے اور شیطان کو خوش کرنا ہے ۔کیوں کہ یہ شیطانی عمل ہے ۔قرآن عزیز گواہ ہے:

الشیطان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء

(شیطان تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈالتا ہے) یہ درست نہیں کہ ہر کس و ناکس کی ہر طرح کی بات پر یقین کر لیں ۔جو سنا، جس سے سنا اس کو مان لیا ۔باہم لڑانے والی باتیں اور وسوسوں میں مبتلا کرنے والی باتیں امن و سکون کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں ۔جھوٹی خبریں اور وسوسے جنوں (شیطانوں) کی طرف سے بھی ہوتے ہیں اور شیطان صفت انسانوں کی طرف سے بھی ۔
اگر آپ مسرت و شادمانی اور انبساط و خوشی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ہدایت قرآنی پر عمل کرتے ہوئے نہ خود جھوٹی اور غلط خبریں پھیلائیں اور نہ ایسی خبریں کسی سے سنیں اور ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو روگ لگائیں ۔

ہیلتھ کارنر شفاء کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہزاروں نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت صحت بھی ہے۔صحت اور تندرستی ایسی نعمت ہے جس کے بغیر انسان نہ تو حقوق اللہ صحیح طور پر ادا کرسکتا ہے اور نہ ہی حقوق العباد اچھے طریقے سے ادا کرسکتا ہے۔''تندرستی ہزار نعمت ہے''ضرب المثل ایسے ہی نہیں بن گئی۔ یہ ضرب المثل بالکل درست ہے۔

صحت اور تندرستی کی حفاظت انسان کے ذمے ہے۔دنیا میں جن قوموں نے ترقی کی ہے صحت اور تندرستی کو اولین ترجیح دے کر اپنے مقاصد حاصل کیے ہیں۔آج بھی بعض ممالک میں ہر فرد کا سالانہ میڈیکل چیک اپ کیا جاتا ہے۔چائنہ کا تو صحت کے بارے میں فلسفہ ہے کہ آپ ''بیمار ہونے سے پہلے علاج کریں''اور ہم ہیں کہ مرض شدت اختیار کرجاتا ہے تو ہم علاج معالجہ کی طرف دھیان کرتے ہیں۔بیماری میں غفلت مت برتیں بروقت علاج بڑے امراض سے بچاتا ہے۔آپ نہیں جانتے کیا کھائیں اور کیا نہ کھائیں اگر آپ اسے اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ نہ صرف بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں بلکہ صحت، طاقت اور حسن و شباب میں بھی اضافہ کرسکتے ہیں۔تندرست رہ کر طویل عمر پا سکتے ہیں۔

ہمارے جسم کو اپنی قوت بحال رکھنے کے لیے چند خاص اجزاء اور عناصر کی ضرورت ہوتی ہے جن کے حاصل نہ ہونے سے انسانی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔غذا کا اولین مقصد جسم میں ان اجزاء کا بہم پہنچانا ہے۔جو اس کی نشوونما اور اصلاح کے لیے نہایت ضروری ہیں۔دوسرا مقصد جسم میں توانائی اور حرارت پیدا کرنے والے اجزاء کی فراہمی ہے۔اگر غذا ناقص ہو تو وہ جسم کو یہ اجزاء مہیا کرنے کی بجائے فاسد مادے پیدا کرکے ہماری صحت کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ اس لیے دانائی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم غذاؤں کے انتخاب میں پوری احتیاط سے کام لیں۔

ہمارا جسم اس غذا سے تعمیر ہوتا ہے جو ہم روزانہ استعمال کرتے ہیں۔اسی سے ہمارے جسم کے اجزاء بنتے اور نشو ونما پاتے ہیں۔اس لیے ہمیں غذا کے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہونی چاہئیں۔

یادرہے کہ طب میں ''مزاج'' کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔غذاؤں کا مزاج، دواؤں کا مزاج اور مریض کا مزاج جاننا ایک معالج کے لیے ازحد ضروری ہے۔اگر مزاج کے مطابق اغذیہ،ادویہ استعمال کی جائیں تو مریض جلد صحت یاب ہوجاتا ہے۔حکیم بقراط کا قول ہے کہ بیماری کا علاج سب سے پہلے غذاؤں کے ذریعے کرنا چاہیے۔اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو پھر نباتی اور حیوانی اور آخر میں معدنی ادویہ سے مدد لینی چاہیے۔

موسم سرما زوروشور پر ہے اس سے جسم کی حفاظت گرم کمبلوں اور لحافوں وغیرہ سے کرنا چاہیے۔گرم اونی کپڑے اور جانوروں کی کھالوں سے تیار کردہ کوٹ وغیرہ استعمال کرنے چاہئیں کھالوں کے کوٹ اور لباس سرد تر مزاجوں کے علاوہ کم لوگ برداشت کرتے ہیں۔ اس موسم میں مقوی غذائیں اور گاڑھی غذائیں مثلاً حریسہ(حلیم)وغیرہ کھانا چاہیے۔گوشت خوب استعمال کریں۔غذا کے علاوہ ہوا،روشنی،ورزش،اور نیند ہمارے جسم کی مناسب پرورش،نشو ونما، اصلاح اور صحت کے لیے ضروری ہے۔

صحت اور تندرستی کو برقرار رکھنے کے لیے حفظان صحت کے ذریں اصولوں پر عمل پیرا رہیں۔حفظان صحت کے جو بنیادی اصول ہیں ان میں سے پانچ اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے جن پر عمل کرنا ازحد ضروری ہے۔

۱)نیند ۲)صبح کی سیر ۳)تازہ پانی سے غسل ۴)دانتوں کی صفائی ۵)متوازن غذا

موسم سرما میں سردی سے بچاؤ کے لیے چند غذائی نسخے پیش خدمت ہیں جن کا استعمال مردو خواتین کے لیے یکساں مفید ہے۔

۱)دیسی انڈہ روزانہ ایک عدد ضرور استعمال کریں۔

انڈہ دیسی ایک عدد ، پیاز کا پانی (انڈے کے خول کے برابر)،ادرک کا پانی (انڈے کے خول کے برابر)دیسی گھی (انڈے کے خول کے برابر)، دودھ آدھا لیٹر، تمام اشیاء کو دودھ میں ڈال کر جوش دیں اور نیم گرم ناشتہ سے ایک گھنٹہ پہلے لیں۔

۲) مچھلی کے مغز کی یخنی روزانہ استعمال کریں جو کہ مقوی اعصاب ہے۔

۳)مغز بادام اور بھنے ہوئے چنے برابر وزن پچاس گرام تک استعمال کر کے بعد میں نیم گرم دودھ پئیں۔

۴) بکرے کی سری یعنی مغز استعمال کریں۔

مغز کو دیسی گھی میں بھون کر مغزیات ملا کر استعمال کریں۔دوسرا استعمال بطور سالن ہے۔

۵) چھوہارے (پانچ عدد) مغز بادام (دس تا پندرہ عدد) منقے (دس دانے) انجیر (پانچ عدد) کشمش (دس دانے)شہد خالص حسب ضرورت، تمام اشیاء کو رات پانی میں بھگودیں۔صبح گٹھلیاں نکال کر دودھ میں گرائنڈ کر کے ناشتہ سے ایک گھنٹہ پہلے پی لیں۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی کے بزرگ بھائی محمد عتیق عباسی صاحب

کراچی سے بھائی عبدالحکیم صاحب کے چچازاد بھائی

راولپنڈی کے بھائی جاوید چیمہ صاحب کے دو Brother in Law

چودھری جمیل،اور چودھری نعیم

عبدالرشید ساہی صاحب کے قریبی عزیز محمد اقبال قریشی صدیقی

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعافرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
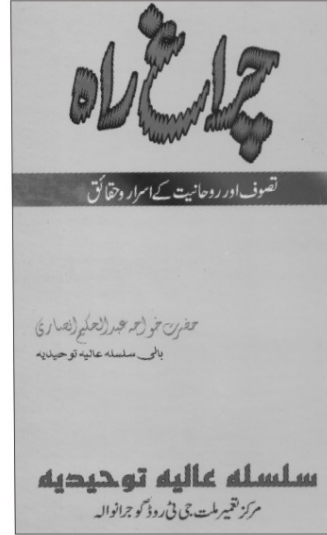
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
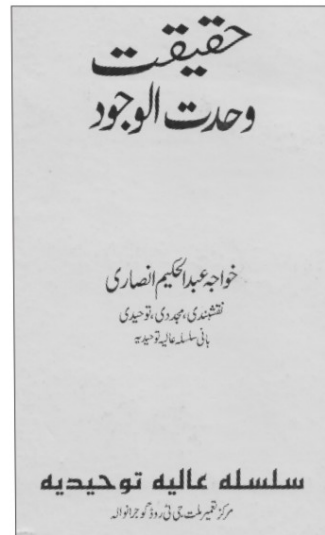
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اوران کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پرعمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com